اُردو کتاب

پانچویں



از

محمد حفیظ الدین

انجمن ترقی اُردو آندھرا پردیش
حیدرآباد (دکن)

اُردو کتاب

پانچویں

بیسک ریڈر
حیدر آباد

از

محمد حفیظ الدین

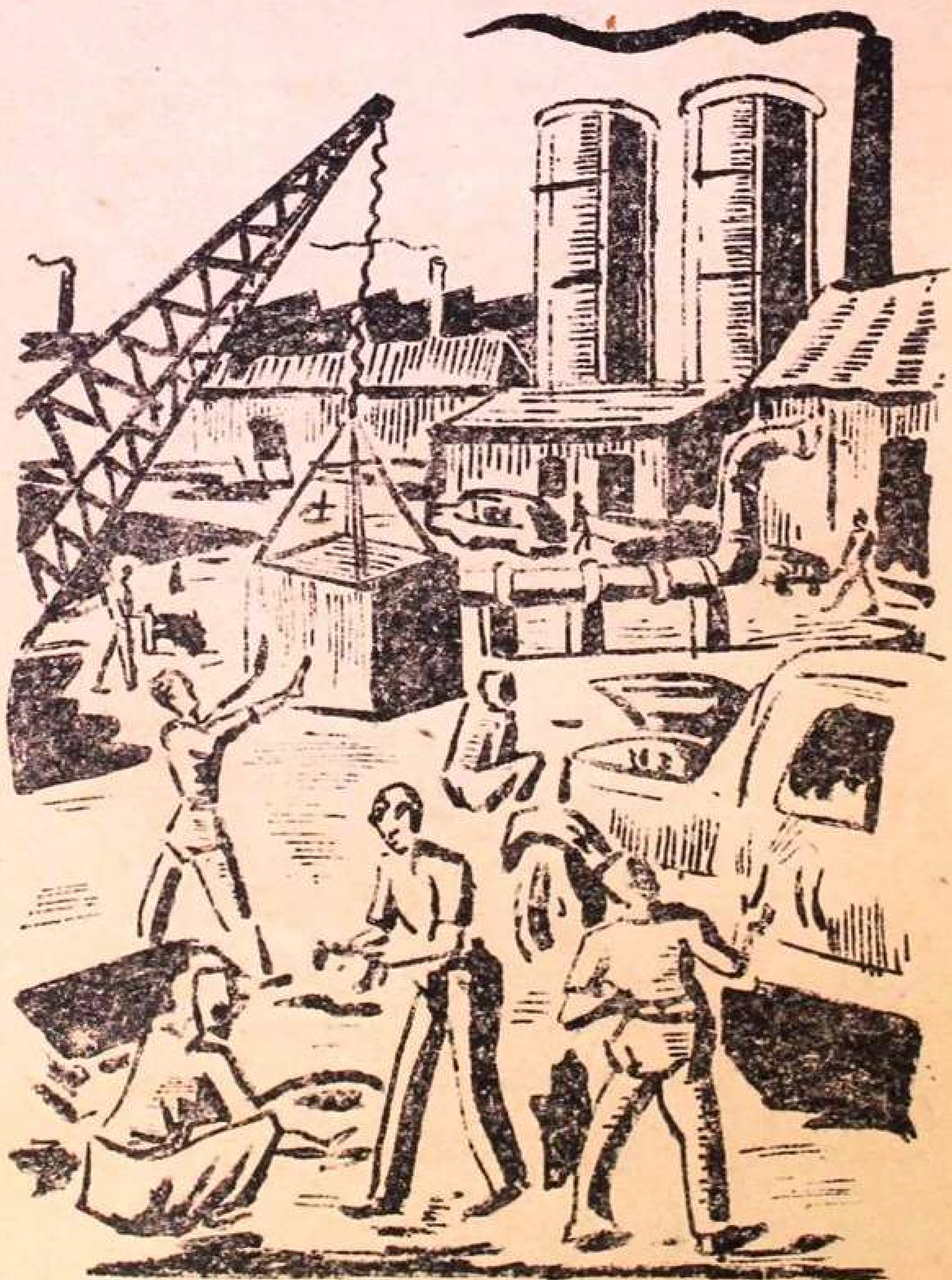
انجمن ترقی اُردو۔ حیدر آباد دکن

قیمت ایک روپیہ تیئیس نئے پیسے

نیشنل فائن پرنٹنگ پریس
ناشر
انجمن ترقی اُردو
حیدرآباد (دکن)

فہرستِ مضامین

ملک کی تعمیر



مشینی منصوبہ

۱۔ بچّے کی تمنّا

لب پہ آتی ہے دُعا، بن کے تمنّا میری
زندگی شمع کی صوُرت ہو خدایا میری

دوُر دُنیا کا مرے دم سے اندھیرا ہو جائے
ہر جگہ میرے چمکنے سے اُجالا ہو جائے

ہو مرے دم سے یوں ہی میرے وطن کی زینت
جس طرح پھول سے ہوتی ہے چمن کی زینت

زندگی ہو مری پروانے کی صورت یارب
علم کی شمع سے ہو مجھ کو مُحبّت یارب

ہو مرا کام غریبوں کی حمایت کرنا
دردمندوں سے ضعیفوں سے محبّت کرنا

مرے اللہ بُرائی سے بچانا مجھ کو
نیک جو راہ ہو اُس رہ پہ چلانا مجھ کو

(اقبالؔ)

یاد رکھنے کی بات

(۱) بچہ، دنیا، وطن اور علم کے بارے میں کیا آرزو کرتا ہے ؟

(۲) وہ کن انسانوں سے مُحبّت اور کن کی حمایت کرنا چاہتا ہے ؟

(۳) اُس نے آخر شعر میں خُدا سے کیا بات چاہی ہے ؟

لکھنے کی مشق

ان شعروں کا مطلب اپنے لفظوں میں اس طرح لکھو گویا یہی دُعا تم نثر میں مانگ رہے ہو۔

قواعد

انسان کے منہ سے جو آواز نکلتی ہے اُسے لفظ کہتے ہیں۔ اگر اس لفظ کے کچھ معنی نہ ہوں تو اُسے مہمل کہتے ہیں اور اگر اُس کے کچھ معنی ہوں تو اُسے موضوع یا کلمہ کہتے ہیں۔

مہمل چونکہ بے معنی لفظ ہوتے ہیں۔ اس لئے اس کی کوئی قسم نہیں ہوتی۔ کلمے کی قسمیں ہوتی ہیں۔

۲۔ آخری زینہ

یہ پانچواں درجہ ہے پرائمری کا آخری کلاس۔ پرائمری کو ابتدائی منزل بھی کہتے ہیں۔ اس منزل کی چار سیڑھیاں آپ چڑھ چکے ہیں۔ اب آپ کے قدم پانچویں سیڑھی پر ہیں۔ اِس منزل کی دہلیز میں آپ گھس آئے ہیں۔ یہاں سے دو راستے نکلتے ہیں ایک ثانوی منزل کی طرف، دوسرا دُنیا کے دھندوں کی طرف۔

ہمارے ملک میں ابتدائی تعلیم اکثر جگہ لازمی ہوگئی ہے اور کہیں ہو رہی ہے۔ اب آپ یہاں سے ہر بچّے کو اس چوکھٹ تک تو آنا ہی پڑے گا۔ اُمید تو ہے کہ بہُت سے بچے اپنا تعلیمی سفر جاری رکھیں گے اور اگلی منزل کی طرف بڑھیں گے۔ کچھ ایسے بھی ہوں گے جو یہیں ٹھہر جائیں گے۔ اُن کے لئے آگے جانے کا موقع نہ ہوگا۔ یہ کوئی اتنی فکر کی بات نہیں ہے۔ مگر آپ یہ ضرور دیکھ لیجئے کہ آپ نے اتنا پڑھ بھی لیا ہے کہ دُنیا کے کام آسانی سے چلا سکیں؟ ابھی اس سفر کے ختم ہونے میں پورا ایک سال باقی ہے۔

آج ہی اپنی سیکھی ہوی چیزوں کی جانچ کیجئے اور آئندہ کے لئے پروگرام بنائیے کہ اس سال اتنا حاصل کرلیں کہ آپ کے روزانہ کے کام میں جب کبھی لکھنے پڑھنے کی ضرورت ہوگی تو اسے خود آپ پورا کرلیں گے۔ کسی کے آگے آپ کو محتاج بن کر جانا نہ پڑے۔

جس زمانے میں آپ سانس لے رہے ہیں، یہ بہت ترقی کا زمانہ ہے۔ یہ موٹروں اور ہوای جہاز کا زمانہ ہے۔ ٹیلیفون۔ ریڈیو اور ایٹم کا زمانہ ہے۔ قدم قدم پر آپ پڑھے لکھے ہونے کی ضرورت محسوس کریں گے۔ اب آپ کو یہ سوچنا ہے کہ اگر ہم یہیں رُک جاتے ہیں تو ہمیں کون کون سی باتیں آجانی چاہئیں اور جو لوگ آگے پڑھنے کا ارادہ رکھتے ہیں، اُن کے لئے بھی ضروری ہے کہ اس منزل کی سب چیزیں اچھی طرح سیکھ لیں تاکہ ثانوی کی دوڑ میں اُنھیں پیچھے مُڑ مُڑ کر نہ دیکھنا پڑے۔

وہ دیکھئے ایک صاحب جو درجے کی پچھلی صف میں بیٹھے ہیں۔ اُن کے ہونٹ ہل رہے ہیں شاید وہ کہہ رہے ہیں۔ "بھئی ابھی تو ہم بچّے ہیں، یہ ہمارے کھیلنے کودنے کے دن ہیں، ہم ان بکھیڑوں میں کیوں پڑیں۔ ہمارے والدین یہ سب کچھ سوچ لیں گے۔" اِن کی بات بھی بے تُکی نہیں ہے۔ مگر آپ دِن رات کھیل کود ہی میں تو نہیں لگے رہتے اب خیر سے آپ کی عمر دس بارہ سال کی ہوگئی ہے آزاد مُلک کے بچّے تو بہُت ذمہ دار ہوتے ہیں۔ وہ اِن عمروں میں اپنا سب بار اپنے والدین ہی پر نہیں ڈال دیتے بلکہ خود اُن کا کچھ بوجھ اُٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اچھا اس بات کو آپ ذرا اطمینان سے سوچئے۔ ہم پھر اِس پر بات چیت کریں گے۔

یاد رکھنے کی بات

(۱) آخری زینہ کا کیا مطلب ہے ؟

(۲) اس سبق میں کون سی باتیں سوچنے کے لئے کہا گیا ہے

قواعد

یہ آپ جانتے ہیں کہ جس لفظ کے کچھ معنی ہوں اسے کلمہ کہتے ہیں کلمے کی تین بڑی قسمیں ہیں (۱) اسم (۲) فعل (۳) حرف اسم آپ جانتے ہیں۔ فعل اور حرف اگلے سبقوں میں بتائے جائیں گے۔

سوچنے کی بات

آخری زینے کا سبق پڑھنے کے بعد کچھ آپ نے ضرور سوچا ہوگا۔ اگر نہ سوچا ہو تو اب سوچئے اور جو کچھ آپ کی سمجھ میں آیا ہو۔ اُسے مضمون کی شکل میں اپنی کاپی پر لکھئے۔

۳۔ پروگرام

کہیئے بھئی، کل کی بات پر آپ نے کچھ سوچا ہے۔ ہمارے خیال میں تو بات صاف ہے۔ آپ کی ضرورتیں آپ کے سامنے ہیں۔ پرائمری کے بعد آپ اتنا جان لیں کہ اپنے روزانہ کے کام آسانی سے کرلیں۔ وہ روزانہ کے کام یہی تو ہیں کہ کسی کا خط آجائے تو آپ پڑھ لیں اور اس کا جواب دے سکیں۔ یا آپ کو کوئی چٹھی لکھنی ہے تو ایسے سادہ طریقے پر لکھیں کہ آپ کے دل کی بات پڑھنے والے پر ٹھیک ظاہر ہوجائے۔ آپ کو وی۔پی رجسٹری، منی آرڈر اور تار کرنا بھی آنا چاہیئے ہاں بھئی آپ کچھ سیونگ بینک میں بھی تو جمع کریں گے، اس میں دشواری کیا ہے۔ چونی تک تو ڈاکخانے والے جمع کرلیتے ہیں۔ یہ تو صرف خط کتابت اور

ڈاک خانے کی بات ہوئی باقی باتیں مختصر یوں سمجھ لیجئے کہ آپ کو اخبار اتنا پڑھنا آنا چاہئے کہ اپنے ملک اور باہر کے دیسوں کی خبریں پڑھ اور سمجھ سکیں تاکہ آپ جس دُنیا میں رہتے ہیں، اس سے بے خبر نہ رہیں۔ اس کے علاوہ مختلف مضمونوں پر چھوٹے چھوٹے رسالے اور کتابیں پڑھنا اور سمجھنا آنا چاہئے اس سے یہ ہوگا کہ اگر آپ پڑھتے رہیں گے تو آپ نے اب تک جو پڑھ لیا ہے وہ بھولیں گے نہیں۔ بلکہ اُس میں ترقی ہوتی جائے گی۔ اب تک آپ کے پاس ان ریڈروں سے ہزار بارہ سو لفظوں کا ذخیرہ جمع ہوگیا ہے، اتنے لفظ آپ بے تکلف لکھ اور پڑھ سکتے ہیں۔ اس پانچویں کتاب کے ختم کرتے کرتے تقریباً دو ہزار لفظ آپ کو آجائیں گے، یہ آپ کے روزانہ کے کاموں کے لئے کم نہیں ہیں۔

آپ کو فرسٹ ایڈ، حفظان صحت کے اصول، حساب کتاب رکھنا۔ سوکس (شہریت) تاریخ، جغرافیہ،

سائنس میں تھوڑی بہت معلومات لازمی ہیں۔ یہ سب آپ کی زندگی کے ضروری شعبے ہیں جب آپ یہ جان جائیں گے اور اُن کے مطابق عمل کریں گے تو آپ کی گھریلو اور سماجی زندگی اچھی گزرے گی۔ آپ اپنی بستی، ضلع اور ملک کے لئے اچھے اچھے کام کرسکیں گے۔ خدا کی مخلوق کی خدمت کرسکیں گے۔ آپ صحیح ووٹ دے سکیں گے، اچھی حکومت بنا سکیں گے اور اچھے شہری بن جائیں گے۔ اچھا شہری ہی اچھا اور سچّا انسان ہوتا ہے۔ پڑھنے لکھنے کا یہی مقصد ہے۔

یاد رکھنے کی بات

(۱) روزانہ کے معمولی کام کیا ہوتے ہیں؟

(۲) آپ کے لئے کن کن چیزوں کی تھوڑی بہت معلومات ضروری ہے؟

(۳) اچھے شہری کی کیا پہچان ہے ؟

لکھنے کی مشق

اچھے شہری کے چند اچھے کام لکھئے۔ مثلاً وہ مخلوق کی خدمت کرتا ہے اپنا گھر صاف رکھتا، محلہ صاف رکھتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

کرنے کے کام

اپنے اُستاد کے ساتھ کسی ڈاک خانے کو دیکھنے کا انتظام کیجئے۔ وہاں کے سب شعبے دیکھئے، کس طرح ڈاک باہر بھیجی جاتی ہے اور کس طرح مقامی ڈاک تقسیم ہوتی ہے؟ سیونگ بنک کا کام کس طرح ہوتا ہے۔ اور دُوسرے کام وی۔پی وغیرہ۔

اگر ہوسکے تو ہمت کرکے اپنے مدرسے میں ایک ایسا بنک قایم کیجئے۔ یقین ہے آپ اپنے اُستاد کی نگرانی میں یہ بنک ضرور چلالیں گے۔

۴- دُلاری بہن

یہ چھوٹی سی گڑیا یہ پیاری بہن
ہے چینی کی پُتلی ہماری بہن
یہ تارا سی آنکھیں چمکتی ہوی
یہ چھوٹی سی گردن مٹکتی ہوی
چمک دار ریشم سے ہیں کالے بال
تو رُخسار ہیں سیب سے لال لال
نہیں آتا کہنا اُسے "بھائی جان"
ہے کہہ کر بلاتی مجھے "بھای دان"
جو کہنا ہو یہ، "گر گئے امّی ہم"
تو کہتی ہے یہ، "امّی دان بی بی دھم"
جہاں جاؤں میں بس پکڑ میرا ہاتھ
چلی آتی ہے وہ مرے ساتھ ساتھ

بڑی اچھّی ہے میری پیاری بہن
یہ ہے سارے گھر کی دُلاری بہن

(لطیف النساء بیگم)

یاد رکھنے کی بات

(۱) دُلاری بہن کی آنکھیں کیسی ہیں ؟ اور اس کے بال گردن اور رُخسار کیسے ہیں ؟

(۲) "امی دان بی بی دھم" کا کیا مطلب ہے ؟

لکھنے کی مشق

نیچے کے سوالوں کے جواب میں چند ایسے جملے لکھو کہ ایک چھوٹا سا مضمون بن جائے۔ بس پانچ چھ سطروں کا مضمون ہو۔ جملے اسی نظم کے ہوں تو اچھّا ہے۔

(۱) بھائی نے اپنے بہن کی کن کن چیزوں سے مثال دی ہے ؟

(۲) آنکھ، بال، گردن وغیرہ کی مثال کن چیزوں سے دی ہے ؟

(۳) اس کی کون سی باتیں بھائی کو اچھی لگتی ہیں ؟

۵- دو دوست

بیرم خاں کا نام مغلیہ دور کی تاریخ میں بہت روشن ہے۔ اسی کی بدولت مغلیہ سلطنت کی جڑیں ہندوستان میں مضبوط ہوئیں۔ یہ ہمایوں کا بڑا دوست تھا۔ اس نے آخری وقت تک ہمایوں کے ساتھ وفاداری دکھائی۔

تاریخ کا مشہور واقعہ ہے کہ شہنشاہ ہمایوں شیرشاہ سوری سے شکست کھا کر ایران کی طرف بھاگ نکلا۔ شیرشاہ سوری کے قدم ہندستان میں جم گئے اور اس کے نام کا سکّہ چلنے لگا۔ ہمایوں کو اس بُری طرح شکست ہوی تھی کہ اُس کے بہت سے افسر اور جاں نثار تتر بتر ہوگئے۔ ان ہی میں سے ایک بیرم خاں بھی تھا۔ بیرم نے اس افراتفری میں ایک راجا کے ہاں

جا کر پناہ لی۔

شیر شاہ، اچھا منتظم، فراخ دل اور مردم شناس حکمراں تھا۔ اُسے بیرم خاں کا پتہ چلا تو بُلوا بھیجا۔ خاطر مدارات سے اُس کی دل جوئی کی۔ چاہتا تھا اُس کا تدبر اور صلاحتیں شیر شاہ کی حکومت کے کام آئیں۔ لیکن بیرم کا دل۔ اپنے آقا ہمایوں کی طرف لگا ہوا تھا۔ ظاہر میں وہ شیر شاہ کے ساتھ ہو گیا مگر اندر اندر فرار ہونے کی تدبیریں کرتا رہا۔ ایک روز حاکم گوالیار ابوالقاسم کو ہموار کر ہی لیا اور دونوں مل کر ہمایوں کی طرف بھاگ نکلے۔

بدقسمتی سے شیر شاہ کے افسروں نے اُنھیں ایک جگہ گرفتار کر لیا۔ وہ بیرم خاں کو جانتے نہ تھے۔ ابوالقاسم دیکھنے میں بھی شاندار تھا اور وضع قطع بھی اُس کی اچھی تھی۔ افسروں نے اسے بیرم خاں جانا اور چاہتے تھے کہ اس کا سر قلم کر دیں۔ بیرم خاں فوراً آگے بڑھا اور کہا" اس بے گناہ کو ناحق کیوں مارتے ہو، بیرم خاں میں ہوں، مجھے قتل کرو۔"

ابوالقاسم نے کہا" نہیں صاحبو! یہ غلط کہتا ہے۔ یہ میرا قدیم نمک خوار ملازم ہے۔ آج اپنا حقِ نمک ادا کر رہا ہے۔ بیرم خاں میں ہی ہوں۔ اس بے گناہ کے خون سے اپنی تلواریں نہ رنگو" افسر کچھ دیر شش و پنج میں رہے۔ بالآخر ابوالقاسم ہی کو بیرم خاں سمجھا اور اُس کا سر گردن سے جُدا کر دیا۔

بیرم خاں غم زدہ راستے میں مُصیبت اُٹھاتا چلا۔ اور ہمایوں کے کیمپ میں جا ملا۔ دو دوستوں کی یہ سچّی کہانی تاریخ نے اپنے سینے میں محفوظ کر لی ہے اور ہر دور کے آنے والوں کو سُناتی ہے۔

یاد رکھنے کی بات

(۱) شیر شاہ سوری نے اپنے دشمن کے دوست بیرم خاں کو کیوں اپنے پاس بُلا کر رکھا؟

(۲) بیرم خاں کیوں بھاگ نکلا؟

(۳) بیرم خاں قتل ہونے سے کیسے بچ گیا؟

۶۔ پھل پھول

ہندستان میں جو پھل پھول ہوتے ہیں تقریبا وہ سب دکن میں بھی ہوتے ہیں۔ پر بعض پھل پھول دکن میں ایسے ہیں جو کہیں اور نہیں ہوتے۔ گلاب، چنبیلی جوہی، موتیا، کنیر، چمپا، گل چاندنی، گل عباس، گل شب بو، رات کی رانی، دن کا راجا، گیندا، سدا سُہاگن وغیرہ ہندستان میں ہر جگہ ہوتے ہیں۔ یہاں بھی اِن کی بُہتات ہے۔ مگر سیوتی کے گچھے دکن سے آگے نہیں ہوتے۔ اور مدن مست کا پھول تو خاص اسی طرف کی چیز ہے۔ اس کا پیڑ اچھا خاصا بڑا ہوتا ہے۔ ہمیشہ ہرا بھرا۔ اس کا پھول شریفے کے پھول سے مِلتا جُلتا۔ ہرے ہرے پتّوں میں ڈھونڈتے پھرئے نظر نہیں آتا۔ مگر اس کی خوش بُو سے سارا باغ پڑا مہکتا ہے۔ سانپ اور پرند اس کی مہک سے

مست ہوجاتے ہیں۔ پرندے اس کی ٹہنیوں پر بیٹھے
چہہ چہاتے ہیں۔ گویا اس کی تعریف میں ترانے گاتے
ہیں، سانپ چوکیدار بنا آس پاس منڈ لاتا رہتا ہے۔
لوگ للچاتے ہیں مگر پھول پر ہاتھ ڈالتے ڈرتے ہیں،
کہ کہیں موذی چوکیدار چھُپا نہ بیٹھا ہو۔

پھلوں میں بھی کوی نامور پھل ایسا نہیں۔ جو
ہندستان کی زمین پیدا کرتی ہو اور یہاں نہ ہوتا
ہو۔ آم، جام، بیر، سنترا، پپئیا، خربوزہ، تربوز، ککڑی
کیلے، انار، موسمبی اور انگور تک یہاں ہوتے ہیں۔
قدرت نے اس زمین کو ایسا نوازا ہے کہ ہر چیز
یہاں پیدا ہوتی ہے۔ پر ایک پھل جو یہاں پیدا
ہوتا ہے۔ وہ دُنیا میں کہیں نہیں ہوتا، اس کا
پھیلاؤ توست پڑا پہاڑ تک ہے مگر ست پڑا کو
بھی دکن کا سنتری سمجھو، اس پھل کو حیدر آباد والے
سیتا پھل اور شریفہ کہتے ہیں۔ باہر والے صرف
شریفے کے نام سے جانتے ہیں۔ پھل کیا ہے
قدرت نے بالائی میں شکر گھول دی ہے اور

اُس کی چھوٹی چھوٹی لوزیں بنا کر پھل کے رُوپ میں اُسے ڈھال دیا ہے۔ بیج پھینکتے جاؤ اور مغز غٹ غٹ حلق سے اُتارتے جاؤ۔ قلاقند میں یہ مزا کہاں؟ جو اس قدرتی بالائی میں ہے۔ پیٹ بھر جائے پر نیت نہ بھرے۔ جب تک موسم رہتا ہے۔ غریب امیر سب کھاتے ہیں اور چھکتے نہیں۔ پھر یہ قدرت کی دین دیکھو ایسا تحفہ پھل اپنے آپ جنگل میں پیدا ہوتا ہے۔ نہ اِسے مالی کی خدمت درکار ہے، نہ پانی کی حاجت۔ قدرت ہی اپنے ہاتھوں اُسے اُگاتی ہے، بڑھاتی ہے اور پھلاتی ہے۔

ہر پھل میں کچھ نہ کچھ انسان کا ہاتھ لگا ہے۔ جب کہیں جاکر اُس میں مزا آیا ہے۔ سچ پوچھو تو اور پھل مصنوعی ہیں اور یہ قدرت کا خالص تحفہ ہے جو دکن کو عطا ہوا ہے۔ جس نے بھی اس کا نام شریفہ رکھا، خوب رکھا۔ اس کے فیض سے نہ غریب محروم ہے نہ امیر، یہ سب کے لئے خدا کی

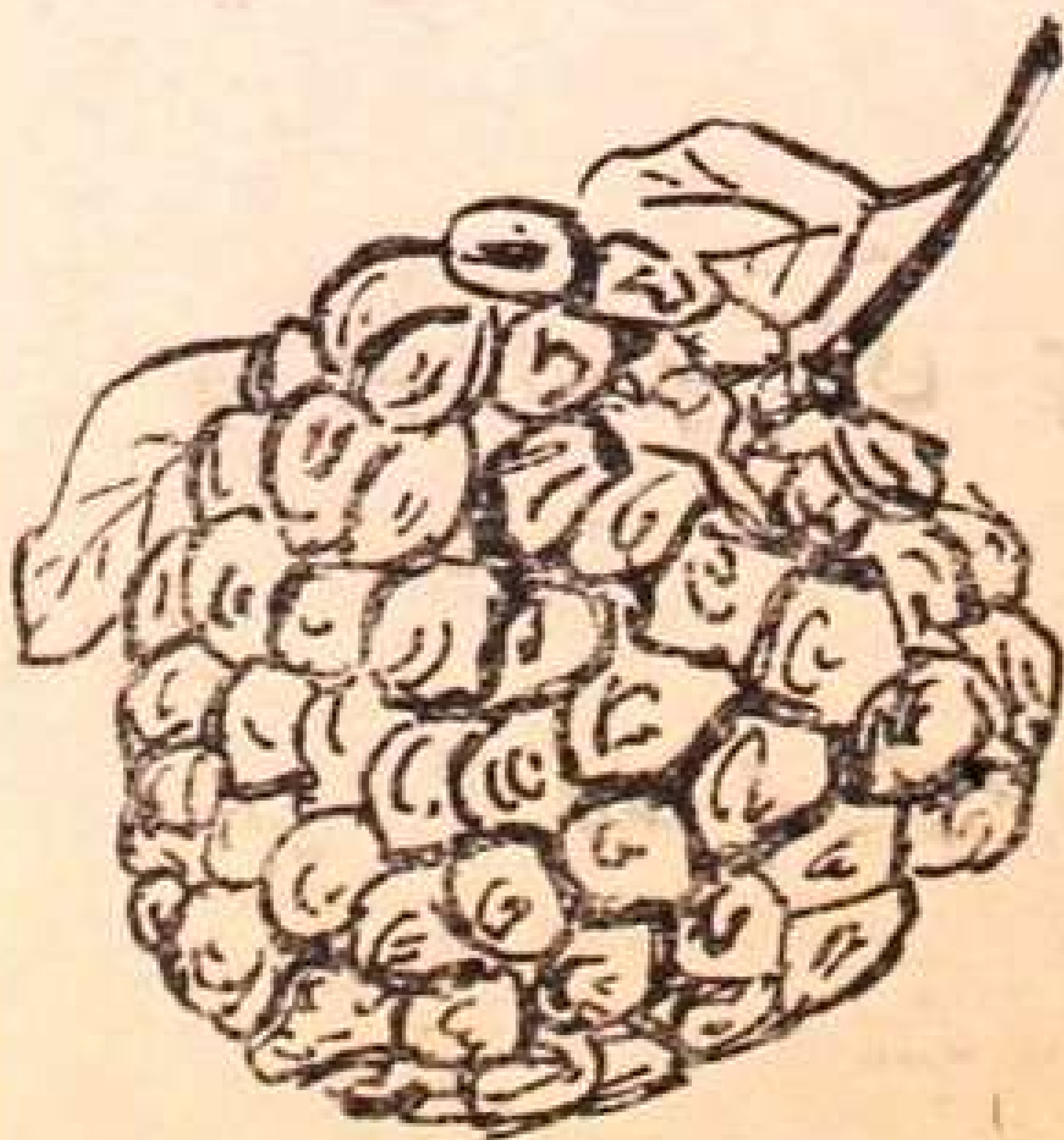
رحمت اور برکت ہے۔ کسی پھل کی شرافت، اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے۔

یاد رکھنے کی بات

(۱) دکن کے خاص پھول میں کیا کیا خوبیاں ہیں ؟

(۲) شریفے اور اُس کے پیڑ میں کیا کیا خاص باتیں ہیں ؟





۷- پھل پھول

وہ پھولی چنبیلی کِھلا موگرا
کِھلی چاندنی باغ میں جا بجا
وہ پھولی نواڑی، کھلی کاسنی
وہ لالہ کِھلا، وہ کھلی کامنی
کِھلے پھول بیلے کے وہ لاجواب
وہ پھولے ہزاروں طرح کے گُلاب
یہ فطرت کا ہے قُدرتی انتظام
کِھلے پھول لاکھوں طرح کے تمام
وہ پھولوں پہ اُڑتی ہوی تتلیاں
دِکھاتی ہیں قُدرت کی صنّاعیاں
گِریں پھولوں پر شہد کی مکھیاں
وہ چھتّوں سے جُھکنے لگیں ٹہنیاں

وہ انگور، وہ رس بھری لیچیاں
لٹکتی ہیں آموں کی وہ کیریاں
اناروں میں کلیاں بھی لو آگئیں
وہ کیلوں کی پھلیاں بھی گدرا گئیں
بہی سیب، امرود پکنے لگے
وہ شاخوں میں گولے چمکنے لگے
وہ پک کر شریفے بھی سب کھل گئے
ٹپک پڑتے ہیں جو ذرا ہل گئے
لدی ہیں درختوں میں نارنگیاں
جھکی پڑتی ہیں بوجھ سے ڈالیاں
تر و تازہ، سرسبز ہے ہر شجر
لدے ہیں درختوں میں فصلی ثمر
وہ صحرا کی دیکھے کوئی اب بہار
کہ پھولوں سے ہر شاخ ہے شعلہ زار
وہ پھولا ہوا ڈھاک بھی ہر طرف
لگائے ہے اک آگ سی ہر طرف

ہیں اس شانِ قدرت پہ ہر دم نثار
دکھائی ہمیں جس نے کیا کیا بہار
(بے نظیر)

یاد رکھنے کی بات

(۱) باغ میں چاندنی کھلنے سے کیا مراد ہے؟

(۲) شاعر نے اس نظم میں تتلیوں، شہد کی مکھیوں اور چھتوں کا ذکر بھی کیا ہے۔ پھول پھل کے ساتھ اس کا کیا تعلق ہے؟

(۳) شریفے شاخ سے کب ٹپکنے لگتے ہیں؟

عملی کام

اپنے اُستاد کے مشورے سے ایسے باغوں اور رمنوں میں جانے کا انتظام کرو جہاں پھل پھول کے پیڑ ہوں درخت، پھول پھل اور پتّوں کو غور سے دیکھو۔ اچھا ہو اگر ان کی تصویریں بھی حاصل کرسکو اور ایک البم میں قرینے سے لگاؤ۔ ایسی تصویروں کی کتاب درجے کے ہر طالب علم کے پاس ہونی چاہیے۔

۸۔ شیخ سعدیؒ

ایران ہمارے مُلک سے قریب ہے۔ یہ بڑا سُندر دیس ہے۔یہاں کی زبان فارسی ہے۔ شیخ سعدی یہیں کے ایک شہر شیراز کے رہنے والے تھے۔ اِن کا پُورا نام شیخ مُصلحُ الدّین ہے۔ تخلّص سعدی۔ وہ بڑے عالِم تھے، سو کے قریب عمر پائی۔ بہت سے ملکوں کی سیاحت کی۔ ہندستان بھی آے تھے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ بیدر بھی آے تھے۔ انھوں نے کئی کتابیں لکھی ہیں۔ اُن کی تصنیفوں میں سے گلستان اور بوستان بہت مقبول ہوئیں۔ یہ دُنیا کی مشہور کتابوں میں سے ہیں۔ اِن میں شیخ نے اپنے علم اور تجربے کو ایسے پیارے انداز میں لکھا ہے کہ پڑھنے والا اس سے نصیحت حاصل کرتا ہے اور کوئی بات دل پر بوجھ نہیں بنتی۔ حکایت

پر حکایت پڑھے جائیے طبیعت اُکتاتی نہیں۔ گلستاں کی کچھ باتیں تم بھی سُنو۔

جوتا نہ ہونے کا رنج

میں نے اپنی تمام عمر میں کبھی قسمت کا گلہ نہیں کیا اور نہ زمانے کی شکایت کی۔ یہ بات میری عادت کے خلاف تھی کہ لوگوں کے سامنے اپنی قسمت کو روتا پھروں۔ ہاں صرف ایک دن مجھے اس بات کا رنج ہوا کہ آج میں ننگے پاؤں ہوں اور میرے پاس جوتا پہننے بھر کے دام بھی نہیں۔ اسی کڑھن کے ساتھ جامع مسجد آیا۔ وہاں میری نظر ایک ایسے شخص پر پڑی، جس کے سرے سے پاؤں ہی غائب تھے۔ خدا کا شکر ادا کیا کہ میرے پاؤں تو سلامت ہیں۔ جوتے بہت مل جائیں گے پاؤں نہ ہوتے تو جوتے کس میں پہنتا۔

ماں کا ادب

جب میں بڑا ہوگیا اور میری ماں بوڑھی

تھی تو ایک دفعہ ماں کی کسی بات پر میں چیخ پڑا۔ والدہ کو ناگوار گزرا۔ وہ رُہانسی ہوگئیں۔ کہنے لگیں وہ وقت بھول گئے، جب میری گود میں بے بس پڑے رہتے تھے۔ اب تم گرانڈیل جوان ہوگئے ہو تو اپنی بوڑھی ماں پر زور دکھاتے ہو۔

جوانی کے جوش میں تو مجھ سے یہ بھول ہوگئی۔ پر میں ندامت سے پانی پانی ہوگیا۔

لطیفہ

بچھّو سے کسی نے پُوچھا کہ تم گرمیوں میں خوب سیر سپاٹا کرتے پھرتے ہو مگر جاڑوں میں نظر نہیں آتے۔ اُس نے برجستہ کہا" گرمیوں میں میری کون سی عزّت ہوتی ہے جو جاڑوں میں آوں"

اب شیخ کے کچھ شعروں کا خلاصہ سُنو۔

سب انسان ایک ہیں

سب اِنسان آدم کی اولاد ہیں۔ وہ ایک جسم کے اعضاء کی طرح ہیں۔ اگر جسم کے کسی حصّے کو تکلیف پہنچتی ہے تو

سارے اعضا بے کل ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح کسی اِنسان کو دُکھ پُہنچے تو دُوسرے کو تڑپ جانا چاہیے۔ ورنہ وہ آدمی کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔"

ہمت بلند رکھو انسان کو ارادہ مضبوط رکھنا چاہیے اور اپنے بل بوتے پر کام کرنا چاہیے۔ خدا کی قسم پڑوسی کے سہارے جنّت میں پہنچنا، دوزخ میں چلے جانے کے برابر ہے۔

صحبت کا اثر ایک دفعہ میرے ہاتھ میں کوی چیز لگ گئی۔ اُسے سونگھا تو خوش بو آنے لگی، میں نے اُس سے پوچھا کہ تم مُشک ہو، عبیر ہو یا کیا ہو، جو تم میں اتنی مہک ہے۔ اُس نے کہا، جناب! میں ایک مدت تک پھولوں کی کیاری میں رہی ہوں۔ پھولوں کی صحبت کے اثر سے یہ خوش بو مجھ میں آگئی ہے، ورنہ میں تو یہی ناچیز مٹی ہوں۔

یاد رکھنے کی بات

(۱) فارسی کس ملک کی زبان ہے۔ وہ ملک کس طرف ہے؟

(۲) گلستاں اور بوستاں کیوں مقبول ہوئیں؟

(۳) بچھو کے جواب میں لطیفے کی کون سی بات ہے؟

(۴) جوتے نہ ہونے پر سعدی کو صبر کیوں کر آگیا؟

(۵) ماں کے کہنے میں کیا خاص بات تھی جس پر سعدی شرمندہ ہو گئے؟

(۶) "اچھی صحبت کا اچھا اثر ہوتا ہے" اس کو سعدی نے کس طرح سمجھایا ہے؟

لکھنے کی مشق

سب انسان بھائی بھائی ہیں؟ اس بات کی سعدی نے کیا دلیل دی ہے۔ ذرا اسے کھول کر اپنے لفظوں میں بیان کیجئے۔

کام کی بات

اب تک تو آپ کو لفظوں اور محاوروں کے معنی استاد بتاتے رہے اب آپ کو چاہیئے کہ خود لغت میں دیکھ کر معلوم کرلیں اور اپنی معنی کی

کاپی میں لکھ لیا کریں۔ نقشہ دیکھنے کا طریقہ بہت آسان ہے۔ اپنے اُستاد سے معلوم کر لیجیے۔ "پانی پانی ہو جانا" ایک محاورہ ہے۔ ذرا اس کے معنی لغت میں تو دیکھیے۔



۹۔ گوتم بُدھ

حضرت عیسیٰ سے پانچ چھ سو برس پہلے ہندستان میں ایک ریاست کپل وستو تھی۔ وہاں ایک راجہ حکومت کرتا تھا۔ اُس کا ایک بیٹا تھا گوتم۔ وہ بُہت نیک اور اچھّا لڑکا تھا۔ بیس سال کی عُمر میں اِس شہزادے کے ہاں ایک بچّہ پیدا ہوا۔ ریاست میں خوب خوشیاں منائی گئیں۔ خود راج محل میں آدھی رات تک جشن ہوتا رہا۔ مگر صُبح جو ہوئی تو راج بھون میں اُداسی سی چھاگئی، ایک دُوسرے کا مُنہ تک رہے تھے۔ کوئی کچھ نہیں بتاتا کہ کیا بات ہے۔

بات یہ تھی کہ تھوڑے دنوں سے راج کمار گوتم کچھ سوچ میں پڑگئے تھے۔ وہ شہزادوں کی طرح جنتا سے الگ تھلگ نہیں رہتے تھے۔ وہ معمولی آدمیوں کی طرح بازاروں میں آتے جاتے

اور لوگوں سے ملتے جلتے تھے۔ اُنھوں نے دیکھا کہ بہُت سے انسان، اندھے، کوڑھی، لنگڑے، لولے ہیں، بہُت سے اپاہج، بیمار اور دُکھی ہیں۔ دنیا میں دُکھ زیادہ اور خوشی کم ہے۔ کسی کے یہاں شادی کے باجے بج رہے ہیں تو کہیں موت کا رونا پیٹنا ہو رہا ہے۔ انسانوں میں نیک اور اچھے تھوڑے ہیں۔ بُرے اور پاپی زیادہ ہیں اور سنسار پر پاپ کا اندھیرا چھایا ہے۔ دُنیا کا یہ رنگ دیکھ کر اُن کا دِل اُچاٹ ہوگیا تو جنگل میں نکل جانے کی ٹھانی۔ مگر شہزادے کو راج پاٹ چھوڑ کر جنگل جانے کون دیتا۔ وہ سوچتے رہے کہ یہاں سے کس طرح نکلوں۔ آخر اُس رات اُنھیں موقع مل گیا۔ جب سب لوگ آدھی رات تک جشن منا کر بے سُدھ سو رہے تھے۔ اسی لئے سارا محل سوگوار تھا۔

وہ اپنے پلنگ سے اُٹھے۔ آہستہ آہستہ اپنی چہیتی بیوی کے سرہانے پُہنچے۔ اُس پر ایک حسرت بھری نظر ڈالی۔ وہ بچاری تھکی ہاری بے خبر سو

رہی تھی۔ ساتھ ہی بھولا بھالا ننّھا لیٹا ہوا تھا۔ اُسے بھی نظر بھر کر دیکھا پھر دل کڑا کر کے آگے نکلے۔ محل کی شان و شوکت دیکھی۔ یہ وہ گھر تھا جہاں وہ چھوٹے سے بڑے ہوئے تھے۔ ہر چیز قدم پکڑتی تھی کہ ہمیں چھوڑ کر کہاں چلے۔ مگر یہاں کچھ اور ہی دُھن سوار تھی۔ دل کی اُداسی تو ویرانے ڈھونڈ رہی تھی۔ وہ کہیں رُکے نہیں۔ چلتے ہی گئے۔ چلتے چلتے ایک جنگل بیابان میں پہنچ گئے۔ کھانا پینا چھوڑ دیا۔ جنگل کی جڑی بُوٹی پر رہنے لگے۔ ہوتے ہوتے اتنے کمزور ہو گئے کہ ایک روز چکّر کھا کر گر پڑے۔ ہوش آیا تو پھر کچھ کھانے پینے لگے۔ سات برس تک جنگلوں کی خاک چھانتے پھرے اور اس سوچ میں رہے کہ دُنیا کے دُکھ درد کس طرح دُور ہوں۔

ایک روز اِسی سوچ میں بیٹھے تھے کہ اچانک اُن کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ "دنیا چھوڑ کر جنگلوں میں رہنا ہمّت کی بات نہیں۔ فاقے کرنے اور جسم گھُلانے سے کسی کا فایدہ نہیں ہو سکتا۔

انسان کو سچائی کا پجاری بننا چاہئے اور مخلوق کی سیوا کرنی چاہئے۔ اپنے سُکھ کے لئے کسی جاندار کو دُکھ دینا پاپ ہے۔ یہاں تک کیڑے مکوڑے کو بھی مارنا ٹھیک نہیں۔ تن من پاک رکھنا چاہئے۔ نیک کام اور نیک ارادے ہونے چاہئیں۔ یہی انسان کے لئے نجات کا راستہ ہے۔ جب تک وہ نیک اور پاک نہ ہوگا وہ اِس دنیا کا دُکھ سہنے بار بار پیدا ہوتا رہے گا۔ اس سے نروان اور چھٹکارا اُس وقت ہوگا جب وہ پاپوں سے پاک ہو جائے۔"
جس گھڑی یہ بات اُن کے من میں جاگی تھی وہ ایک بیڑ کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ اب وہاں ایک مندر بھی ہے اور گیا شہر بھی یہیں بسا ہوا ہے۔ یہ شہر بُدھ مت والوں کی سب سے بڑی تیرتھ ہے۔

گوتم بُدھ نروان کا بھید پاکر جنگل سے لوٹے اور گھر گھر یہ پیام پہنچایا۔ سچّی بات دلوں پر اثر کرتی ہے۔ اِس لئے اِن کا یہ مت ہند سے لے برما،

چین اور جاپان تک پھیلا۔ اِس مذہب کے لوگ
اب ہندستان میں کم ہیں مگر اِن کی خانقاہیں (وہار)
اور مندر یہاں بہت ہیں۔ اِن کے ماننے والوں نے
اِن کے ہزاروں بُت تراش دیے ہیں اور اس
شردھا سے تراشے ہیں کہ اُن کی کاری گری دیکھ
کر حیرت ہوتی ہے۔

یاد رکھنے کی بات

(۱) گوتم بدھ نے راج پاٹ سے کیوں منہ موڑ لیا؟

(۲) وہ لوگوں میں کن باتوں کا پرچار کرتے تھے؟

(۳) گیا بودھ مت والوں کی تیرتھ ...... کیوں بن گیا؟

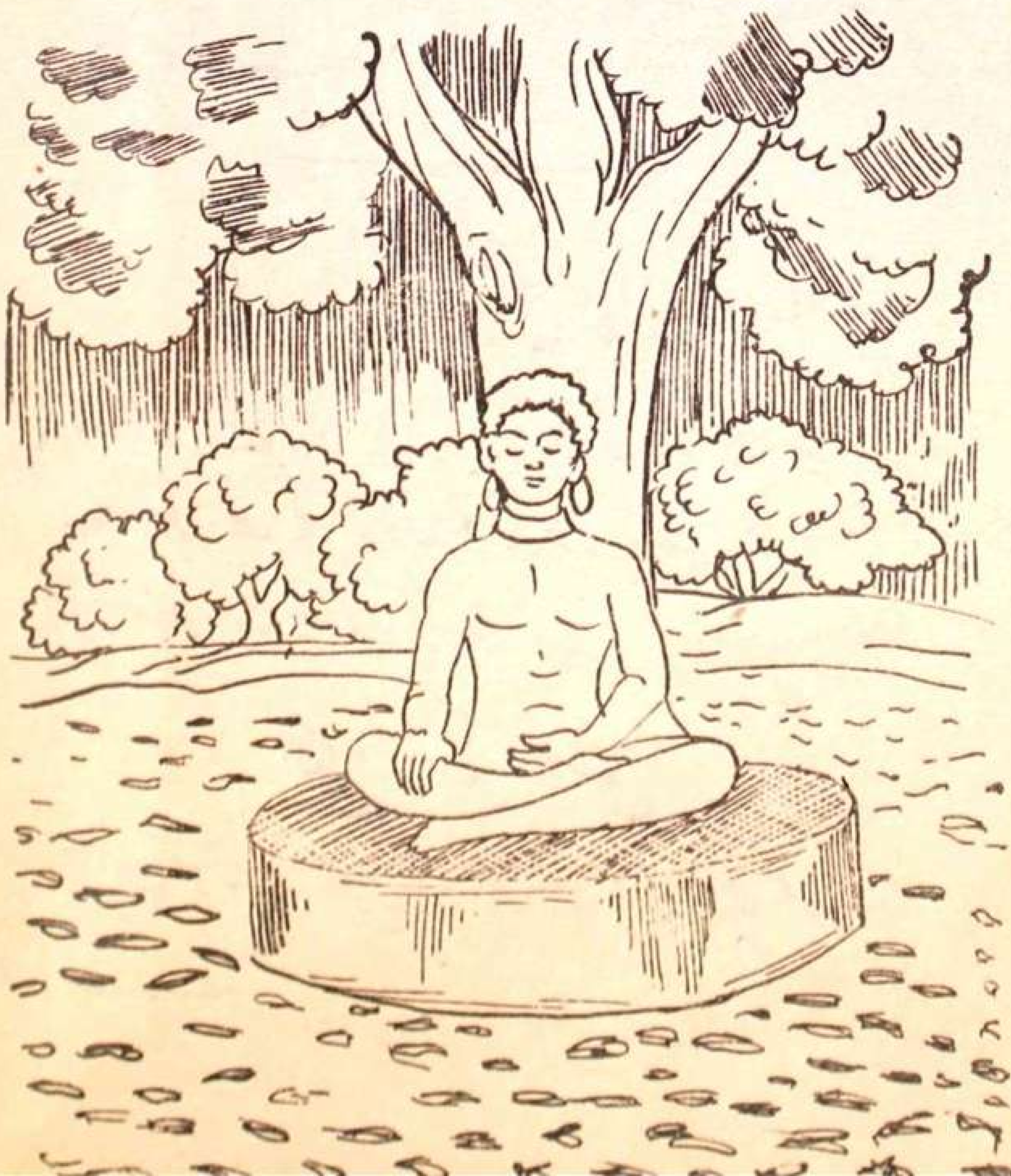
لکھنے کی مشق

اُس منظر کو اپنے لفظوں میں لکھو جب گوتم شاہی محل چھوڑ کر
جنگل سدھارے۔

قواعد

جس کلمے سے کسی کام کا ہونا یا کرنا پایا جاے اُسے فعل کہتے ہیں۔ جیسے رام آرہا ہے۔ اسد گیا۔ افتخار آے گا۔

"آرہا ہے"۔ "گیا" اور "آے گا" فعل ہیں۔



۱۰۔ میدان کی سیر

خُدا کی نظر آ رہی شان ہے
سُہانا سا اک سبز میدان ہے
ہوا سے جو سبزہ ہے لہرا رہا
تو ہے دیکھنے سے مزا آ رہا
سماں آج کل ہے جو برسات کا
مزا دن کا ہے، لُطف ہے رات کا
درخت اِک جگہ جو ہیں چھائے ہوئے
ہُوا دار بنگلے بنائے ہوئے
تو اک چھوٹے لڑکے نے واں آن کر
جگہ خوب موقعے کی پہچان کر
رکھا سامنے اپنے جُز دان ہے
ورق پر لگائے ہوئے دھیان ہے

جُھکا جاتا ہے اس طرح غور سے
کہ کاغذ میں کیڑا ہو جس طور سے

بہُت بیٹھا بیٹھا جو تھا تھک گیا
اِک انگڑائی لے کر وہ لڑکا اُٹھا
ہِلا کر بہم چھوٹے چھوٹے سے ہاتھ
ملے چہرے پر لُطف محنت کے ساتھ
رکھا پھر کتابوں کو جُز دان میں
ٹہلنے لگا آ کے میدان میں
لگی ٹھنڈی ٹھنڈی جو مُنہ پر ہُوا
حواس اُس کے آئے ٹھکانے زرا

کیا خاتمہ دِن کا جب شام نے
تو گھر کی لی رہ اُس خوش انجام نے
اِدھر اور اُدھر کو نظر ڈالتا
چلا جاتا تھا دیکھتا بھالتا

غرض ہر جگہ سے گزرتا ہوا
تماشے خدا کے کرتا ہوا
گیا جب کہ گھر میں وہ روشن چراغ
تو ماں باپ بھی ہو گئے باغ باغ
خوشی سے نہ جامے میں پھولے سمائے
بہن بھائی بولے "وہ آئے وہ آئے"

(مولوی محمد حسین آزاد)

یاد رکھنے کی بات

(۱) خدا کی شان کن چیزوں میں نظر آ رہی ہے؟

(۲) "ہوا دار بنگلے" کسے کہا ہے؟

(۳) چھوٹا لڑکا اس بنگلے میں کیا کرتا رہا پھر گھر کب اور کس طرح لوٹا؟

(۴) اُس کے لوٹنے پر گھر والوں کی کیا کیفیت ہوئی؟

سمجھنے کی بات

(۱) اِن شعروں کا مطلب سمجھئے اور لکھئے۔

(۱) ملا کر بہم چھوٹے چھوٹے سے ہاتھ ملے چہرے پر لطف محنت کے ساتھ

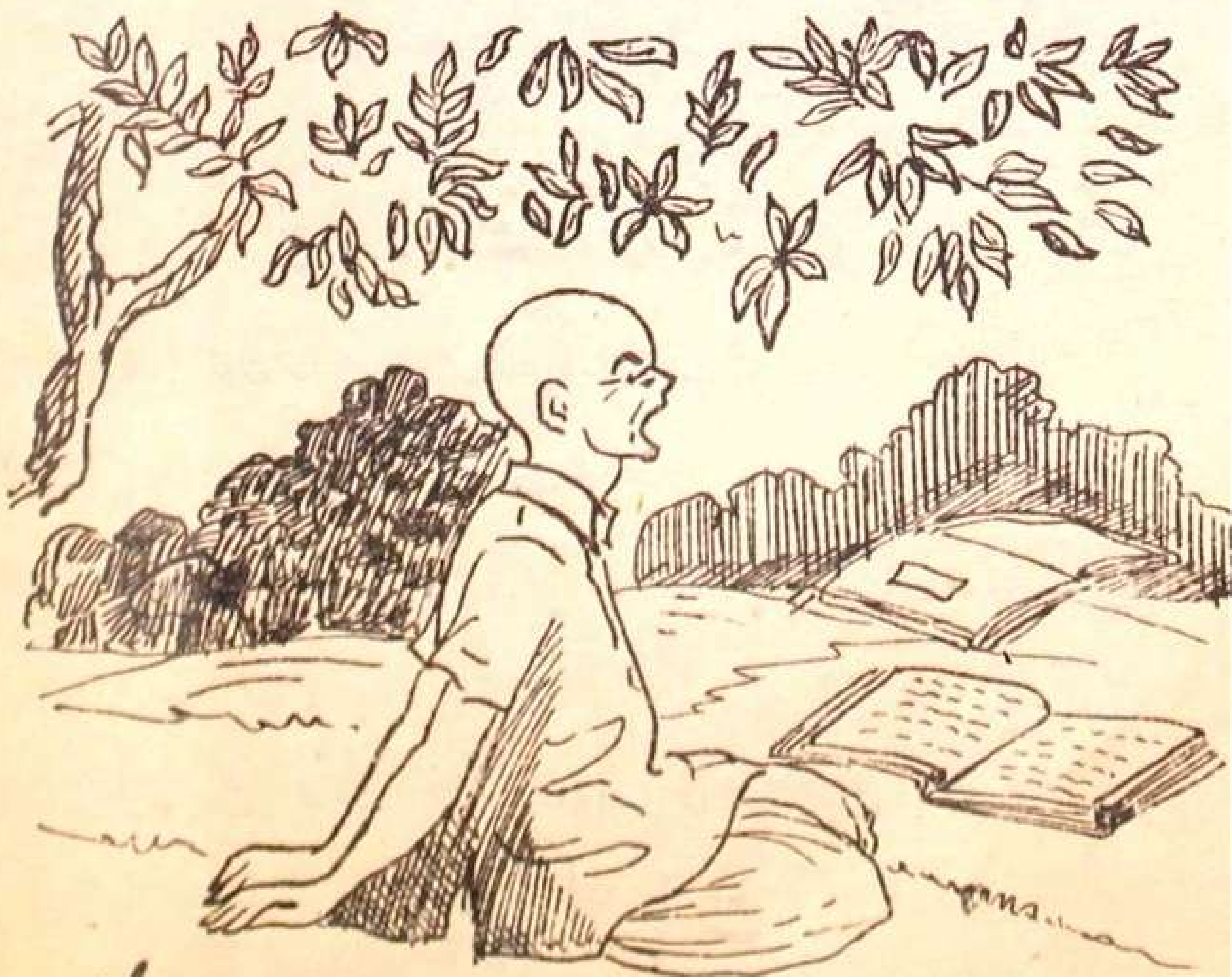
(۲) خوشی سے نہ جامے میں پھولے سمائے بہن بھائی بولے "وہ آئے وہ آئے"

(۲) اِن لفظوں سے کیا مراد ہے ۔

(۱) موقعے کی جگہ (۲) حواس ٹھکانے آئے

(۳) خوش انجام (۴) روشن چراغ

(۵) تماشے کرتا ہوا (۶) باغ باغ ہو گئے



۱۱۔ گرو گوبند سنگھ

گرو گوبند سنگھ سکھوں کے دسویں گرو تھے۔ سب سے پہلے گرو نانک ہوئے۔ سکھ پنتھ انھی نے شروع کیا۔ یہ بڑے نیک انسان تھے۔ بچپن ہی سے خُدا کی باتیں کرتے تھے۔ ان کے ماننے والے چیلے کہلاتے تھے۔ انھوں نے اپنے چیلوں کو بتایا کہ خُدا کو ایک مانو، اُسی کی عبادت کرو۔ اُس کے سوا کسی کی پوجا نہ کرو۔ سب مذہب اچھّے ہیں۔ سب سے میل ملاپ رکھو۔ اور محبّت سے پیش آو۔ لوگوں کی خدمت اور اچھّے کاموں میں لگے رہو۔

گرو نانک ابراہیم لودھی کے زمانے میں تھے۔ اِن کے بعد جن جن لوگوں نے اِن کی جگہ سنبھالی وہ گرو کہلائے۔ اس سلسلے کے پانچویں گرو ارجن جی تھے۔ یہ جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں تھے۔ جہانگیر

کو شبہ ہوا کہ یہ میری حکومت کے خلاف ہیں۔ اس نے
اُنھیں قید کر دیا۔ بادشاہوں کا قاعدہ ہے کہ جس کسی
کا اثر لوگوں میں بڑھتا ہوا دیکھتے ہیں اُس سے کھٹکنے
لگتے ہیں۔ اُس نے مسلمانوں کے بہت بڑے بُزرگ
صوفی مُجدد صاحب کو بھی شُبہ میں قید کر دیا تھا۔ گرو
ارجن اسی قید میں وفات پا گئے۔ اب تو سِکھوں کو
مُغل بادشاہوں سے کد سی ہوگئی اور اُن کے دسویں
جانشین گرو گوبند سنگھ نے سب سکھوں کو ہتھیار
رکھنے کا حکم دیا جب سے یہ لوگ سپاہیانہ زندگی
گُزارنے لگے۔

گرو گوبند سنگھ کا انتقال ناندیڑ (حیدرآباد) میں
ہوا۔ یہیں اِن کی سمادھی ہے۔ اب یہ جگہ سکھوں کی
تیرتھ گاہ بن گئی ہے۔

سِکھ تمباکو سے سخت پرہیز کرتے ہیں اور بال
نہیں کٹواتے۔ ان کے پانچ کاف مشہور ہیں۔ کیس
(بال)، کنگھا، کرپان، کچھا اور کڑا۔ سِکھ پنتھ کی تعلیم
ہے کہ انسانوں کی خدمت اور اُن سے مُحبت کرو۔

خُدا صرف ظاہری عبادتوں کو نہیں دیکھتا۔ وہ من کی پاکی اور دلوں کی نیکی کو دیکھتا ہے۔ یہی بات تھی کہ گرو نانک سے سب مُحبّت کرتے تھے۔ اُن کے دو مشہور چیلوں میں سے ایک مسلمان تھا۔ اُن کا یہ مسلمان چیلہ بھائی مردانہ اور ہندو چیلہ بھائی بالا ہمیشہ ساتھ رہتے تھے۔ گرو نانک نے مسلمان بزرگوں اور ہندو رشیوں کی ہمیشہ عزّت کی اور اُن سے دعائیں لیں۔

یہ بات غلط مشہور ہوگئی ہے کہ انھوں نے نماز بھی پڑھی اور کعبے بھی گئے تھے۔ کعبے ہر سال لاکھوں انسان جاتے ہیں اگر وہ گئے بھی تھے تو کوئی ایسی بڑی بات نہیں۔ اصل بڑائی یہ ہے کہ اُن کو کعبے والوں (مسلمانوں) سے مُحبّت تھی اور کاشی والوں (ہندوں) کو بھی اپنا سمجھتے تھے۔ سچ بات یہ ہے۔ کہ انسانوں کی خدمت اور اُن سے مُحبّت ہی سب مذہبوں کا خُلاصہ ہے۔

یاد رکھنے کی بات

(۱) سکھوں کے سب سے پہلے گرد کون تھے؟ اُنھوں نے اپنے چیلوں کو کیا تعلیم دی تھی؟

(۲) سکھوں کے پانچ کاف سے کیا مُراد ہے؟

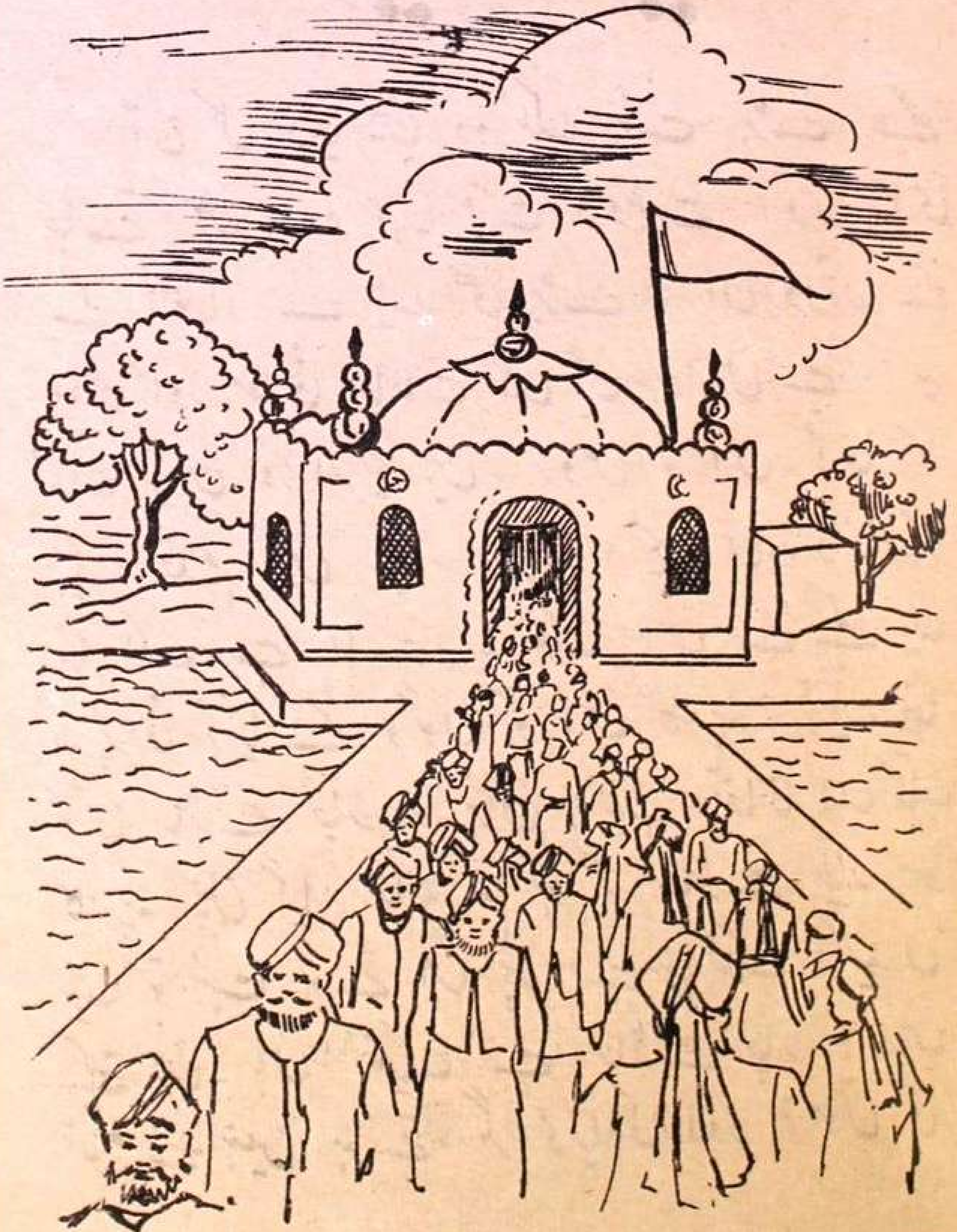
(۳) گرو نانک جی کے بارے میں کون سی غلط بات مشہور ہوگئ ہے؟

(۴) گرو گوبند سنگھ نے سکھوں کو کیا خاص تعلیم دی؟

قواعد

وقت کو قواعد میں زمانہ کہتے ہیں۔ زمانے تین ہیں۔ وہ وقت جو گزُر چکا "ماضی" ہے۔ وہ جو اس وقت گزُر رہا ہے حال ہے۔ وہ جو آئندہ گزُرے گا "مستقبل" کہلاتا ہے ۔فعل کی تعریف بتای جاچکی ہے۔ فعل کے ساتھ ان تینوں زمانوں میں سے کوی نہ کوی زمانہ ضرور لگا ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہم جو کام بھی کرتے ہیں وہ کسی نہ کسی وقت ہی میں کر سکتے ہیں

بغیر وقت کے کوی کام ہو نہیں سکتا۔ اس لئے فعل کے ساتھ زمانہ لازمی ہے۔



۱۲۔ امریکا کی دریافت

آج کل دنیا میں دو مُلک بہت بڑے سمجھے جاتے ہیں۔ وہ اپنی قوت، وسعت اور بڑائی کے اعتبار سے ہیں بھی بڑے۔ اِن دونوں کے سیاسی اور معاشی خیالات میں بھی بڑا بل ہے۔ یہ مُلک روس اور امریکا ہیں۔ روس تو اس دُنیا کا ایک قدیم دیس ہے۔ البتہ امریکا اس دُنیا کا نیا مُلک ہے۔ اِسے نیا مُلک اس لئے کہتے ہیں کہ پُرانی دُنیا کے لوگوں کو اس کا پتہ نہیں تھا کوئی ساڑھے چار سو برس ہوئے اتفاقاً اِس مُلک کا پتہ چل گیا۔ شاید تم کہو کہ ساڑھے چار سو برس تو بہت ہوتے ہیں پھر اِسے نیا مُلک کیوں کہتے ہیں۔ ہاں، ٹھیک ہے، ساڑھے چار سو برس تھوڑے نہیں ہوتے۔ مگر دُنیا کی اور قوموں کی

تاریخ میں یہ مدّت کوی بہُت بڑا زمانہ نہیں ہے۔ ہماری پُرانی دُنیا کو ہزاروں برس سے لوگ جانتے ہیں، اِس کے مقابلے میں امریکا تو کل کا بچّہ ہے۔ مگر اِس بچّے نے بہُت ترقی کرلی ہے۔ اب یہ بوڑھوں کو عقل سِکھاتا ہے۔ اِس مُلک کا پتہ جس عجیب و غریب طریقے سے چلا ہے وہ ایک دلچسپ کہانی ہے اور سُننے کے قابل ہے۔

اِٹلی میں ایک مشہور شہر جنیوا ہے۔ وہاں ایک منچلا جوان رہتا تھا۔ اس کا نام کولمبس تھا۔ یہ اپنی دُھن کا پکّا اور اِرادے کا مضبوط تھا۔ بحری سفر کا اُسے بہُت شوق تھا۔ اُس نے جُغرافیہ اور ہیئت کے علم میں کافی آگاہی حاصل کرلی تھی اور بہُت سے بحری سفروں کے تجربے بھی کرلئے تھے اُن دنوں ہندُستان کی دولت اور سرسبزی کا دُور دُور چرچا تھا۔ کولمبس بھی سُنا کرتا اُس کا جی للچاتا تھا کہ کسی طرح اِس دیس میں پہنچ جاے۔ اُس زمانے میں اِتنا بڑا سفر کرنا آسان نہ تھا۔

دُور دراز سفر کے لئے بحری بیڑے کی ضرورت تھی
بچارا کولمبس غریب اور معمولی آدمی تھا۔ اِس کے
پاس اتنے دام کہاں؟ اُس نے اپنے مُلک اٹلی کے
بادشاہ کا' دروازہ کھٹکھٹایا۔ پُرتگال کے بادشاہ سے
درخواست کی۔ شاہ برطانیہ کو عرضی دی مگر کہیں اُس
کی شنوائی نہ ہوی۔ آخر تھک ہار کر ایک درخواست
اسپین کے بادشاہ کے پاس بھیجی۔ اُس نے لوگوں
کے کہنے سُننے سے تبیس ہزار روپے دے دیئے۔
اِس سے اُس نے تین جہازوں کا بیڑا بنایا، اور
آٹھ برس کی تیاری کے بعد ہندستان کے اِرادے
سے روانہ ہوا۔

ہونے والی بات۔ جہاز راستے سے بھٹک
گئے۔ ہفتوں گزُر گئے۔ زمین کا اتا پتا کچھ نہیں
جدھر دیکھو پانی ہی پانی' لق و دق سمندر پڑا
موجیں مار رہا ہے۔ سب کے جی چھوٹ گئے۔
آپس میں چہ می گوئیاں شروع ہوگئیں۔ رفتہ رفتہ
لوگ کولمبس کے مُنہ پر کہنے لگے کہ اب گھر چلو'

ہم اِس طرح بے ٹھور ٹھکانے مارے مارے نہیں پھر سکتے۔ کولمبس اپنی دُھن کا پکّا تھا۔ وہ کبھی سُن کر ٹال جاتا۔ کبھی ڈانٹ پھٹکار بتاتا۔ کبھی پیار پچکار کر سمجھاتا لیکن آخر کب تک؟ سب کے سینوں میں کولمبس کا سا دل تو نہیں تھا۔ سب نے مل کر ایک دِن سازش کی کہ یہ سَرپھرا آدمی ہے۔ اس دیوانے کے ساتھ ہم اپنی جان کیوں گنوائیں؟ جیتے جی تو یہ ہمیں واپس نہ لے چلے گا۔ راستے کے اِس روڑے کو ہٹا دینا چاہیئے۔ اس کے خاتمے کے بعد پھر واپسی میں کوئی رُکاوٹ نہ رہے گی۔

کولمبس کو اس بات کا پتہ چل گیا۔ جب اس نے ساتھیوں کے یہ تیور دیکھے تو بُہت منتوں کے ساتھ تین روز کی اور مُہلت لی۔ بات یہ تھی کہ اُس نے سمّندر کی سطح پر پھول پتّے بہتے دیکھ لئے تھے اور اُسے یقین ہو چلا تھا کہ کہیں قریب زمین ضرور ہے۔ ۱۴۹۲ء تھا۔ اکتوبر

کی گیارہ تاریخ تھی اور رات اپنی آدھی عمر گزار چکی تھی کہ یکایک کولمبس کا حکم ملا، "جہاز روک دو"۔ لوگ بے تاب ہوکر اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ چراغوں کی روشنی نے بتایا کہ زمین کے کنارے قریب آ لگے ہیں۔ پوری جماعت میں زندگی اور مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ ساتھ ہی سب کی گردنیں ندامت سے جھک گئیں۔ سب آ آکر کولمبس سے اپنی گستاخیوں کی معافی مانگنے لگے۔ اور اس کی کامیابی اور بلند ہمّتی پر مبارک باد دی۔

صبح گجر دم چھوٹی کشتیوں میں یہ لوگ زمین کی طرف چلے۔ کولمبس کی ٹولی آگے آگے تھی۔ کنارے پہنچے، اِس زمین پر سب سے پہلا قدم کولمبس کا پڑا۔

یہ امریکا کی سرزمین تھی۔ اس کے بعد دنیا کے بہت سے خطوں سے لوگ آ آکر بسنے لگے۔ اب یہاں سولا کروڑ انسان بستے ہیں۔ یہ ملک، یہاں کے لوگ، اور یہاں کی حکومت دُنیا میں سب سے زیادہ مال دار ہیں اور ترقی کی دوڑ میں اِن

سے آگے کوی نہیں۔ یہ مُلک وسعت میں ہِندُستان
سے دُگنا ہے۔ یہ بھانت بھانت کی قوموں اور
نگا رنگ زمین کے ٹکڑوں کا مُلک ہے۔ مگر ایک
زین میں مُلک کے سب حصّے ایسے مُتّحد ہیں کہ
وی ان کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔

یاد رکھنے کی بات

۱) کولمبس کہاں کے اِرادے سے نکلا تھا اور کہاں پہُنچ گیا؟
۲) امریکہ کو نیا مُلک کیوں کہتے ہیں؟
۳) امریکا کا دُنیا میں کیا مرتبہ ہے؟
۴) کولمبس کے ساتھیوں نے اُس سے معافی کیوں مانگی؟

قواعد

۱) اس سبق میں سے دو دو جملے فعل ماضی، حال اور مستقبل کے
چُن کر اپنی کاپی میں لکھیے۔

۱۳- ہوائی جہاز

وہ دیکھو ہوائی جہاز آگیا
بجاتا ہوا اپنا ساز آ
ہواؤں میں وہ زن زناتا ہوا
گرجتا ہوا گھنگھناتا ہو
ہوا کی طرح سنسناتا ہوا
بلندی پہ کیا دندناتا ہو
جو ننھی نے پوچھا کہ بھائی یہ کیا
چلا جا رہا ہے اُڑا چیل ر
تو فوراً لگا ہنس کے کہنے جمیل
اری، اس کو کہتے ہیں لوہے کی چیل
ہیں اس چیل کے پیٹ میں آدمی
اُڑا کر انھیں ہے لئے جا رہی

مگر ہیں نے اُس کو بتایا یہ راز
کہ در اصل ہے یہ ہوائی جہاز
ہوا پر یہ جاتا ہے اِس طرح سے
سمندر میں جیسے کہ کشتی بہے
جمیل اس کو سُن کر بہُت خوش ہوا
اُچھلنے لگا اور کہنے لگا
بڑا ہو کے سمجھوں گا میں اس کا راز
چلاوٗں گا میں بھی ہوائی جہاز

یاد رکھنے کی بات

(۱) جمیل نے ہوائی جہاز کے بارے میں ننھی سے کیا کہا؟
(۲) جمیل کون سا راز سُن کر خوش ہوا؟

قواعد

اِن فعلوں کا زمانہ بتاوٗ:-

(۱) چلا جا رہا ہے (۲) خوش ہوا (۳) سمجھوں گا۔

۱۴۔ شہد کی مکھی

میٹھا میٹھا شہد کسے نہیں بھاتا۔ مگر یہ ہے کیا چیز؟ سُنو، پھولوں کی خوش بُو کھینچ لی جائے تو عطر کہلاتی ہے اور اُن کی مِٹھاس چوس لی جائے تو شہد بن جاتی ہے۔ پہلا کام انسان کرلیتا ہے مگر یہ دُوسرا کام اُس کے بس کا نہیں۔ یہ کام ایک چھوٹا سا کیڑا کرتا ہے۔ جسے آپ شہد کی مکّھی کہتے ہیں۔ اِس ننھے کیڑے کا اِنتظام اور دانائی مشہور ہے۔ اِس کا گھر دیکھو تو اِس کی کاری گری پر حیرت ہوتی ہے۔ چھتّہ اِس کا گھر ہے اور ہر مکان میں تین طرح کی مکّھیاں ہوتی ہیں۔ (۱) مادہ مکھی جسے رانی کہتے ہیں (۲) نَر مکھی جسے نِکھٹّو کہتے ہیں (۳) اور کام کرنے والیاں۔

نر کا نام نِکھٹّو اِس لئے پڑگیا کہ وہ کچھ کام کاج

نہیں کرتے اور کھاتے بہت ہیں۔ اصل میں ہر طرح کا کام اُن مکھیوں کے سپرد ہے جو کام کرنے والیاں کہلاتی ہیں۔ چھتّے کی سب مکھیوں کی زندگی اِن ہی کے دم قدم سے ہے۔ اِن کا رنگ بھورا اور قد اوروں سے چھوٹا ہوتا ہے۔

شہد کی مکھی کی چھے ٹانگیں ہوتی ہیں۔ اور پانچ آنکھیں۔ اِن میں سے دو بڑی بڑی آنکھیں آگے کی طرف ہوتی ہیں۔ اور تین زرا چھوٹی، سر کے اوپر ہوتی ہیں۔ سینے، پیٹ اور ٹانگوں پر بہت ہی باریک بال ہوتے ہیں۔ نیچے کا ہونٹ لمبا اور سونڈ جیسا ہوتا ہے۔ اِسی سونڈ سے شہد کی مکھی پھولوں کا رس چوستی ہے۔ اِس رس کو ہم شہد کہتے ہیں۔ مکھیاں پھولوں سے جو رس چوستی ہیں، اُس میں سے کچھ تو وہ کھا لیتی ہیں اور کچھ ایک ننھی سی تھیلی میں بھر کر گھر لے جاتی ہیں۔ یہ تھیلی اِن کے پیٹ کے اوپر ہوتی ہے۔

کام کرنے والیوں کی پچھلی ٹانگوں میں دو زرا

ذرا سے خانے بھی ہوتے ہیں۔ وہ پھولوں پر بیٹھتی ہیں تو پھولوں پر جو مہین غبار ہوتا ہے اُسے سمیٹ کر اِن خانوں میں بھر لیتی ہیں اور گھر لا کر حفاظت سے رکھ چھوڑتی ہیں۔ قُدرت کا اِنتظام دیکھو یہ خانے صرف کام کرتے والیوں کی ٹانگوں میں ہوتے ہیں۔ رانی یا نِکھٹّو کے نہیں ہوتے۔ کام کرنے والیوں کے پاس ایک اور چیز ہے، جو نِکھٹّوؤں کو نہیں دی گئی۔ وہ ڈنک ہے، جس کے وار سے بڑے بڑے پہلوان تڑپ جاتے ہیں۔

اِن تین طرح کی مکّھیوں میں رانی قد اور رُتبے میں سب سے بڑی ہوتی ہے۔ رانی ہی انڈے دیتی ہے۔ انڈے ترتیب سے ہر خانے میں ایک ایک چھوڑتی جاتی ہے۔ وہ کسی موسم میں کم اور کسی میں زیادہ دیتی ہے۔ اکثر ایک روز میں دو تین سو انڈے دیتی ہے اور کبھی کبھی اس سے بھی زیادہ دے دیتی ہے۔ تین دِن کے بعد بچّے نِکل آتے ہیں

بچّے چھوٹے چھوٹے سفید کیڑوں کی طرح ہوتے ہیں۔ اور ٹانگیں بالکل نہیں ہوتیں۔ کام کرنے والیاں پھولوں کا غبار اور شہد پانی میں ملا کر اُن کو کھلاتی ہیں۔ پانچ دن میں وہ بڑھتے بڑھتے پورے خانے کو گھیر لیتے ہیں۔ اب کام والیاں خانوں کے مُنہ بند کر دیتی ہیں اور بچّے اندر ہی اندر پل پلا کر مکھی بن جاتے ہیں اور خانہ توڑ کر باہر نکل آتے ہیں۔

نکھٹّو کچھ کام نہیں کرتے، کھاتے ہیں اور پڑے اینڈتے ہیں۔ اِس لئے سال بھر بعد کام والیاں اِن سب کو نکال نکال کر مار ڈالتی ہیں۔ اتنے میں نئے نکھٹّو بچّے تیار ہو جاتے ہیں اور اُن کی جگہ لے لیتے ہیں۔

سب سے زیادہ محنت، کام کرنے والیاں کرتی ہیں۔ چھتّہ بنانا، رانی کی حفاظت کرنا، بچّوں کی پرورش اور خدمت کرنا، پھولوں کا غبار اور شہد جمع کرنا، نکھٹّوؤں کو مارنا، یہ کُل کام اِن ہی کے ذمّے

ہیں۔ اِن کے خانے موم کے ہوتے ہیں۔ موم شہد سے نکلتا ہے۔ اور کام کرنے والیوں کے پیٹ کے ایک حصّے میں تیار ہوتا ہے۔ چھتّے کے چند خانے صرف اس غرض کے لئے ہوتے ہیں کہ اُن میں بچّوں کی خوراک اور شہد جمع کیا جائے۔ شہد چھتّوں میں جمع ہوتا ہے، اس میں دو طرفہ خانے ہوتے ہیں جن کی پیٹھ آپس میں ملی ہوی ہوتی ہے بعض بعض چھتّے چار پانچ ہزار خانے کے ہوتے ہیں۔ اِنھیں سے انسان موم اور شہد جیسی نعمت حاصل کرتا ہے۔ اب لوگ شہد کی مکّھیاں پالنے لگے ہیں۔ یہ ایک دل چسپ اور مفید مشغلہ ہے۔ اِس کا مفصّل حال چھوٹے چھوٹے رسالوں سے معلوم ہوسکتا ہے جو اِسی غرض سے شایع کیے جاتے ہیں۔

یاد رکھنے کی بات

(۱) ہر چھتّے میں کتنی قسم کی مکّھیاں ہوتی ہیں اِن کے کیا نام ہیں؟

(۲) چھتّوں کے خانوں سے کیا کام لیا جاتا ہے ؟

(۳) رانی کیا کام کرتی ہے ؟

(۴) کام کرنے والیوں کے ذمّے کیا کیا کام ہوتے ہیں۔

(۵) نکھٹّو کیوں مار دیے جاتے ہیں ؟

لکھنے کی مشق

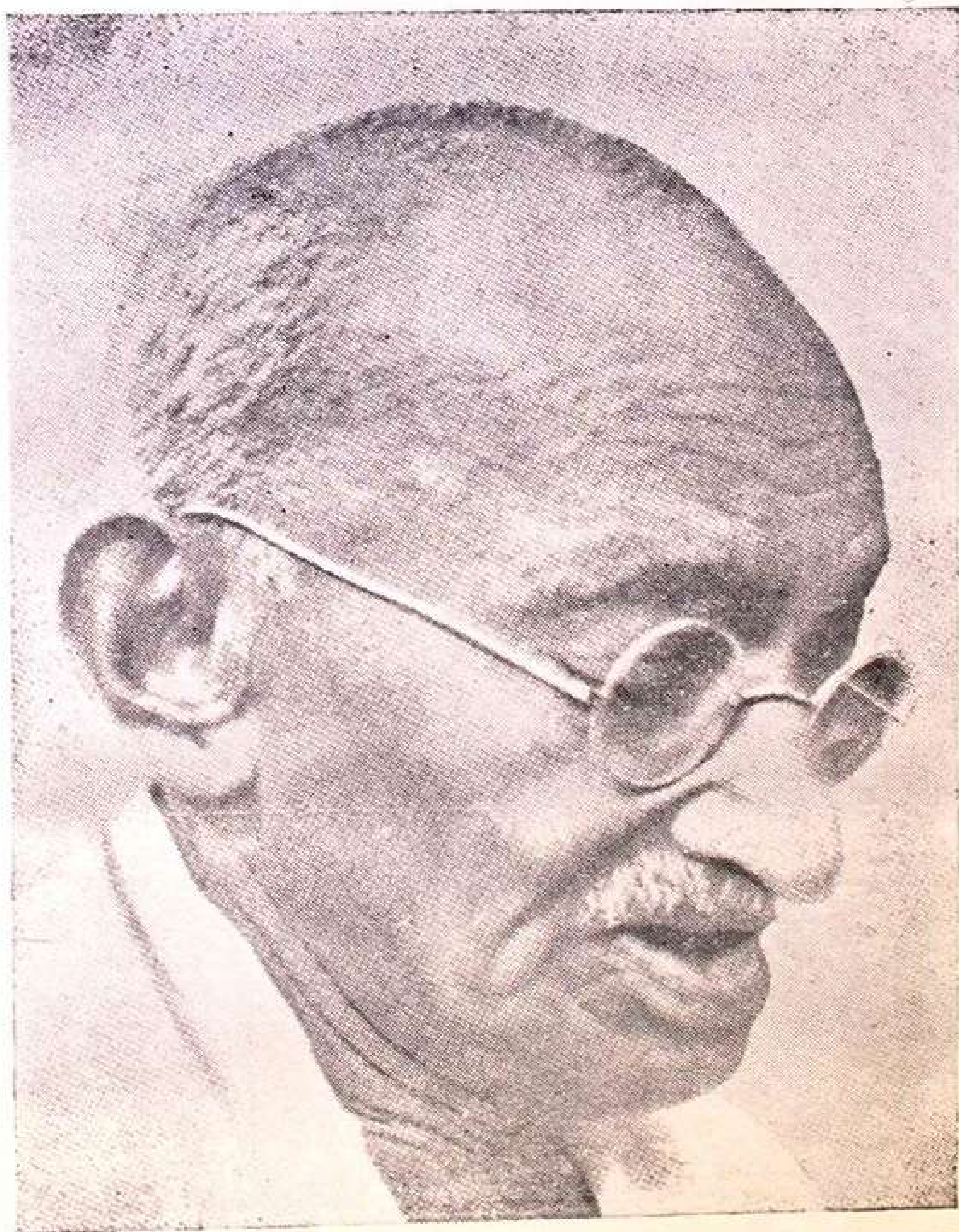
شہد کی مکھی کا بچّہ انڈے سے نکل کر کس طرح پلتا اور بڑھتا ہے، تفصیل سے لکھیے۔

عملی کام

اگر ممکن ہو تو اپنے اُستاد کی نگرانی میں پالتو مکھیوں کا انتظام دیکھیے۔ آپ خود بھی اسکول میں مکھیاں پال سکتے ہیں۔

۱۵۔ مہاتما گاندھی

مہاتما گاندھی کا حال تُم پچھلی کتابوں میں پڑھ چکے ہو۔ وہ کوئی ایسی بات زبان سے نہیں نکالتے تھے۔ جس کی سچائی میں اُنھیں شبہ ہو۔ جس کام کے کرنے کے لئے اوروں سے کہتے، اُس پر خود پہلے عمل کرتے تھے۔ وہ تقریباً پچاس ساٹھ برس تک قومی کاموں میں لگے رہے۔ اِس عرصے میں بے شمار تقریریں کرنی پڑیں اور ان گنت مضمون لکھے وہ اچھے لکھنے والے اور بے جھجک بولنے والوں میں سے تھے اُن کی تحریر و تقریر کا کمال یہ ہے کہ کبھی اُن کی زبان یا قلم سے ایسا لفظ نہیں نکلا جس پر اُنھیں بعد میں ندامت ہوئی ہو یا اُسے واپس لینا پڑا ہو۔ بات یہ ہے کہ وہ اپنے جذبات پر پورا قابو رکھتے تھے۔ سخت سے سخت پریشانی میں بھی آپے سے باہر نہ



ہوتے۔ اسی لئے اُن کی زبان اور قلم، اُن کے بس میں تھے۔ وہ جب کوئی بات بولتے یا لکھتے تو پہلے خوب سوچ لیتے تھے۔

لوگوں کے اِصرار سے انھوں نے اپنی آپ بیتی لکھی ہے۔ یہ کتاب کئی زبانوں میں چھپ چکی ہے۔ اُردو میں اس کی دو جلدیں ہیں۔ اِس کا نام تلاشِ حق ہے۔ اس میں سے چند باتیں اس سبق میں دی جا رہی ہیں۔

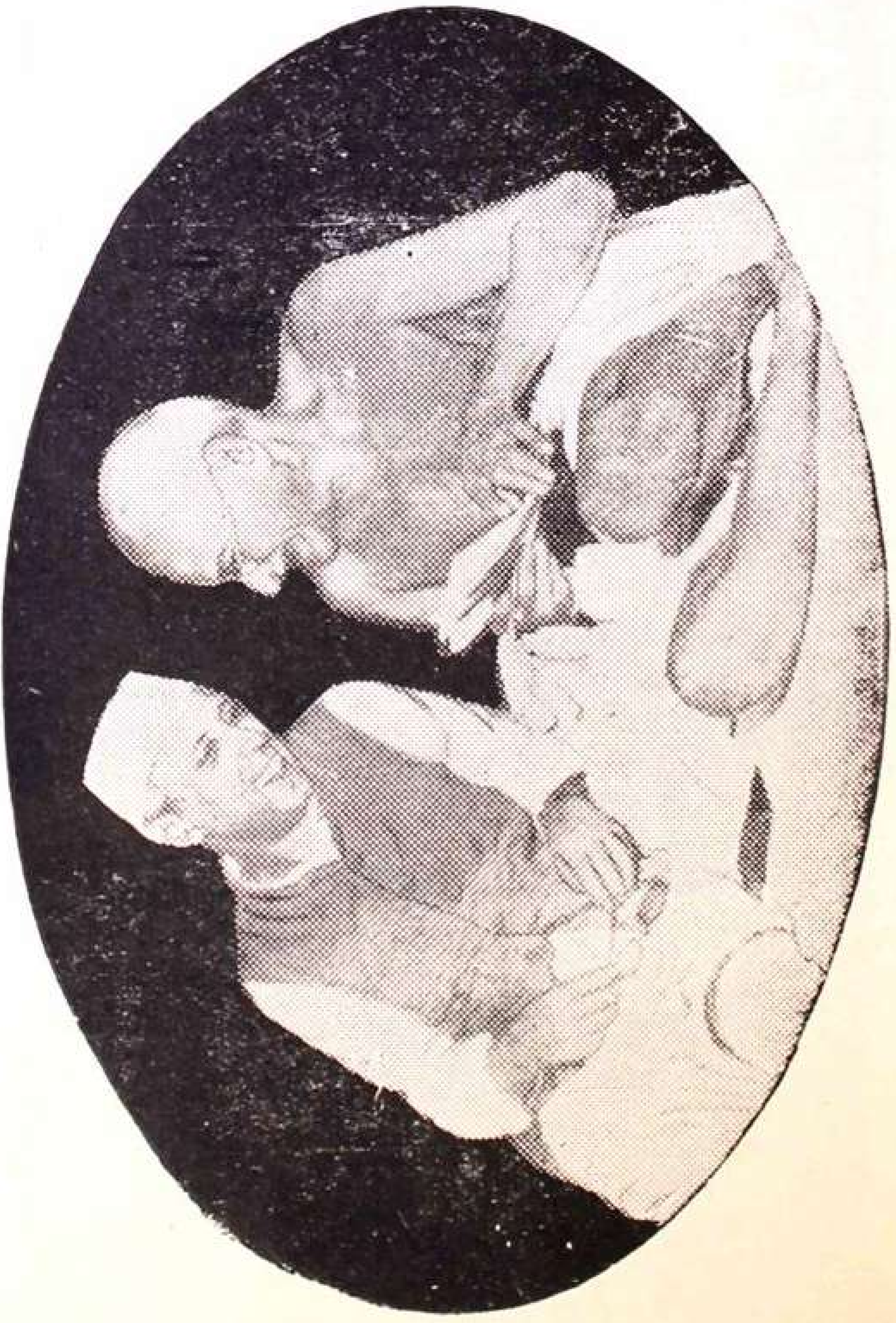
حساب رکھنے کی عادت

مہاتما گاندھی نے طالبِ علمی کے زمانے میں یہ اچھی عادت ڈال لی تھی کہ اپنا پائی پائی کا حساب روزانہ لکھ لیتے تھے۔ پھر اُس پر غور کرتے تھے۔ اگر کوئی بے جا خرچ ہوتا اُسے روک دیتے۔ اُنھوں نے اپنی آپ بیتی میں خاص طور سے نوجوانوں سے کہا ہے کہ وہ حساب رکھنے کی عادت ضرور ڈالیں خود اُن سے سُنئے وہ کیا کہتے ہیں:

"میں پیسے پیسے کا حساب رکھتا تھا اور سمجھ کر خرچ کرتا۔ چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی نہ چھوڑتا تھا بس کا کرایہ، خط کے ٹکٹ یا اخبار کے پیسے بھی لکھ لیتا۔ شام کو سونے سے بیشتر میزان دے کر باقی نکال لیتا۔ یہ عادت ہمیشہ رہی، اس کا نتیجہ ہے کہ میرے ہاتھوں میں قومی کاموں کا لاکھوں روپیہ رہا۔ لیکن میں نے خرچ کرنے میں بہت کفایت برتی جتنے کام میری نگرانی میں چلے کسی پر بھی قرض نہ رہا۔ بلکہ ہمیشہ بچت رہی ہر نوجوان مجھ سے سبق حاصل کرے اور جتنا روپیہ اُس کے ہاتھوں میں آے اور خرچ ہو، سب کا حساب رکھے۔ اس سے آگے چل کر بڑا فایدہ ہوگا۔"

عُمر بھر کا پچھتاوا

مہاتما گاندھی کئی زبانیں جانتے تھے۔ گجراتی تو اُن کی مادری زبان تھی انگریزی پر اُنھیں پوری قدرت حاصل تھی۔ لاطینی، فرانسیسی، اُردو، ہندی اور کسی قدر



تلگو بھی جانتے تھے۔ پر اُن کا خط اچھا نہ تھا، جس کا اُنھیں ہمیشہ افسوس رہا۔ اُنھوں نے اِس بارے میں لکھا ہے۔

"ایک غفلت کی سزا میں اب تک بُھگت رہا ہوں خدا جانے میرے دماغ میں یہ خیال کہاں سے آگیا تھا کہ خط کا اچھا ہونا ضروری نہیں ہے۔ انگلستان جانے تک میرا یہی خیال رہا۔ آگے چل کر مجھے اپنی غلطی معلوم ہوی۔ خصوصاً جنوبی افریقہ کے وکیلوں کا اچھا خط دیکھا اور وہاں کے نوجوانوں کی خوب صورت لکھای نظروں سے گزری تو مُجھے بڑی شرم آی۔ اور اپنی عقل پر بہُت پچھتایا۔ میں نے اپنا خط دُرست کرنے کی کوشش کی۔ لیکن وقت گزر چُکا تھا۔ لڑکپن کی غفلت کی کمی کبھی پوری نہ ہوسکی۔ ہر نوجوان مرد اور عورت کو میری مثال سے عبرت حاصل کرنا چاہیئے۔ اور یہ جان لینا چاہیئے کہ اچھا خط اچھی تعلیم کا نتیجہ ہے اور بُرا خط ادھوری تعلیم کی علامت ہے۔"

یاد رکھنے کی بات

(۱) مہاتما گاندھی کی تحریر اور تقریر میں کیا خاص بات ہوتی تھی ؟

(۲) گاندھی جی کا حساب رکھنے کا کیا طریقہ تھا ؟

(۳) حساب رکھنے کی عادت سے کیا فایدہ ہوا ؟

(۴) گاندھی جی کی لڑکپن کی کون سی بھول تھی جس کی کمی عمر بھر پوری نہ ہو سکی ۔

قواعد

جس طرح اسم مذکر و مونث اور واحد جمع ہوتے ہیں اسی طرح فعل بھی ہوتے ہیں ۔ جیسے

لڑکا آرہا ہے	فعل واحد مذکر
لڑکی آرہی ہے	فعل واحد مونث
لڑکے آرہے ہیں	فعل جمع مذکر
لڑکیاں آرہی ہیں	فعل جمع مونث

١٦- ہندو مُسلم

ہندوٗ ، مُسلماں ہیں بھائی بھائی
تفریق کیسی ، کیسی لڑائی

ہندو ہو کوئی یا ہو مُسلماں
عزّت کے قابل ہے بس وہ اِنساں
نیکی ہو جس کا کارِ نمایاں
اوروں کی مُشکل ہو جس سے آساں
جس کا عمل ہو اور جس کا ایماں
ہر ایک سے نیکی سب سے بھلائی
ہندو مسلمان ، ہیں بھائی بھائی

ہندو مسلماں قومیں پُرانی
دونوں کی دونوں ہندوستانی

دونوں کا مسکن ہندوستان ہے
وہ بلبلیں ہیں یہ گلستاں ہے
اک سرزمیں ہے اِک آسماں ہے
دونوں کا ایک جا سود وزیاں ہے
نا اتفاقی، آزارِ جاں ہے
مِل جُل کے رہنا ہے کامرانی
ہندو مسلماں قومیں پُرانی

(تلوک چند محروم)

یاد رکھنے کی بات

(۱) شاعر کس انسان کو عزت کے قابل سمجھتا ہے ؟

(۲) شاعر کے نزدیک ہندوؤں اور مسلمانوں میں اتحاد ضروری کیوں ہے ؟

نوٹ :- جن لفظوں کے معنی آپ نہیں جانتے ہیں انھیں لغت میں دیکھ کر معنی کی کاپی میں ضرور لکھ لیا کیجئے اس سے آموختہ پڑھنے میں آسانی رہے گی۔

۱۷۔ تِتلی

دیکھنا! باغ کے اُس کونے والی کیاری میں کیسی بہار ہے۔ رنگ برنگی پھول کِھلے ہیں۔ مگر یہ کیا! یہ تو جادو کی کیاری معلوم ہوتی ہے۔ اِس کے پودوں کے پھول ہوا میں اُڑ رہے ہیں!! یہ لو، وہ اُڑا، وہ چلا، یہ آیا۔ ارے یہ تو تِتلی ہے۔ نظر کو کیسا دھوکا ہوا۔ در اصل یہ اُڑتا ہوا پھول ہی ہے۔ تِتلی باغوں اور کھیتوں میں کیسی بھلی لگتی ہے۔ ایک پھول سے دُوسرے پھول پر اُڑتی پھرتی ہے۔ کبھی یہاں رُکی۔ کبھی وہاں تھمی۔ ایک پھول کا رس چُوسا دُوسرے کی خوش بو سونگھی۔ بس اسے دِن بھر یہی کام ہے۔

یہ ننّھا مُنّا پرندہ اُن چھوٹے چھوٹے جانوروں میں سے ہے جن کے پَر شفّاف اور نِشان دار ہوتے

ہیں۔ یہ نشان ایسے باریک اور اِتنے نازُک ہوتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے جیسے گرد جمی ہوی ہے۔ بچّوں کو اس کے پکڑنے کا بہت شوق ہوتا ہے۔ وہ اِس کے پیچھے دیوانوں کی طرح بھاگتے ہیں۔

دُنیا میں شاید ہی کوی جگہ ایسی ہو جہاں تِتلی نہ ہوتی ہو۔ اس کی بڑی قسمیں پانچ ہیں۔ پھر اِن میں چھوٹی بڑی طرح طرح کی تِتلیاں ہوتی ہیں۔ سب مِلا کر کئی سو طرح کی ہو جاتی ہیں۔ اِن کے رنگ عجیب عجیب ہوتے ہیں۔ دُنیا میں شاید ہی کوی رنگ ہو جو تِتلی کے پروں میں نہ لگا ہو۔ قدُرت نے تِتلی کو یہ سب رنگ اِس لئے دئے ہیں کہ یہ پھول پر شیدا ہے۔ پھولوں ہی میں رہتی ہے جب یہ پھولوں پر جا کر بیٹھے تو اُن کے رنگوں میں اِس کا رنگ مل جاے اور یہ اپنے دشمنوں سے محفوظ رہے۔

تِتلی کبھی سیدھی ایک طرف نہیں اُڑتی۔ ہر وقت اپنا رستہ بدلتی رہتی ہے۔ اور آڑی، تیڑھی، ترچھی اُڑا کرتی ہے۔ اِس کی بھی یہی وجہ ہے اِس طرح اُڑنے

سے وہ اپنے دشمنوں سے بچی رہتی ہے۔ آسانی سے اُن کے ہاتھ نہیں آتی۔

اتنی سی جان ہے مگر ہوشیار بہت ہے۔ جب انڈے دیتی ہے تو اُن کو کسی تنے یا درخت کی شاخ میں چپکا دیتی ہے۔ یا کسی پتّے پر رکھ دیتی ہے۔ جگہ ایسی ڈھونڈتی ہے جہاں اُس کے بچّوں کو اچھی سے اچھی غذا مل سکے۔ اس کے انڈے باجرے سے لے کر چنے یا مٹر کے برابر ہوتے ہیں۔ چڑیاں اِن انڈوں کی بڑی دشمن ہیں۔ مل جائیں تو کبھی نہیں چھوڑتیں۔

تتلی کی چھ باریک باریک ٹانگیں ہوتی ہیں۔ مگر وہ چلنے پھرنے کا کام نہیں دیتیں۔ سب سے آگے ایک ننّھا سا گول سر ہوتا ہے۔ جس میں دو آنکھیں ہوتی ہیں۔ اِدھر اُدھر دو باریک شاخیں ہوتی ہیں ان کے سرے پر ذرا ذرا سی گھُنڈیاں سی لگی رہتی ہیں۔ ان کے ذریعے وہ اپنا راستہ ڈھونڈتی ہے۔ اپنی غذا کی جگہ تلاش کرتی ہے اور اپنے دشمن کا پتہ لگا لیتی ہے۔ دونوں آنکھوں کے بیچ میں ایک

باریک سوی سی، سُونڈ ہوتی ہے، یہ سونڈ یوں تو ہر وقت لپٹی رہتی ہے۔ لیکن جب اِسے کسی پھُول کا رس چوسنا ہو تو کھولتی ہے اور اس کا رس چوس کر پیٹ بھرتی ہے۔ اس کے ڈنک نہیں ہوتا جب ہی تو وہ کسی کو کاٹتی نہیں۔ اگرچہ باغوں کی خوبی اور حُسن پھوُلوں سے ہے لیکن اگر تتلی نہ ہو تو باغ سُونا سونا معلوم ہوتا ہے۔

یاد رکھنے کی بات

(۱) تتلی کا شُمار کن جانوروں میں ہے اور اس کی کتنی قسمیں ہیں ؟

(۲) تتلی اپنے دشمنوں سے کن چیزوں کی وجہ سے بچ جاتی ہے ؟

(۳) تتلی کے جسم کے کون کون سے حصّے اُس کے کس کام آتے ہیں ؟

(۴) اس سبق میں تتلی کے انڈوں کے بارے میں کیا بتایا گیا ہے ؟

۱۸۔ تتلی

پر کھول کے تتلیوں کی پرواز
پر جوڑ کے بیٹھنے کا انداز
اِس پھول سے آڑ کے اُس پہ بیٹھیں
رس لے کے اُڑیں وہ جس پہ بیٹھیں
نازُک نازک وہ خوش نما پر
اُڑتی ہوئی تتلیاں ہوا پر
وہ نقش و نگار اور وہ بوٹے
پر اُن کے چھوؤ تو رنگ چھوٹے
رنگ اُن میں بہت ملے ہوئے ہیں
پر کیا ہیں، چمن کھلے ہوئے ہیں
ہیں رنگ کئی ہر ایک پر پر
چھوٹا سا چمن ہے اِن کا ہر پر

جو نقش و نگار سے ہے خالی
وہ بھی دِل کو لبھانے والی
ہے رنگ کِسی کا زرد گہرا
اتنا گہرا کہ بس سُنہرا
کوئی، جس کے سفید ہیں پر
جیسے چاندی کے صاف پتّر
طاؤسی، صندلی، گُلابی
دھانی، کاسنی، سیاہ، آبی
پیلے، اودے، زمردی، لال
ہر رنگ کے پر ہیں بے خط و خال
پرواز بھی حُسن ہے پھبن بھی
رنگت بھی ہے حسن، سادہ پن بھی

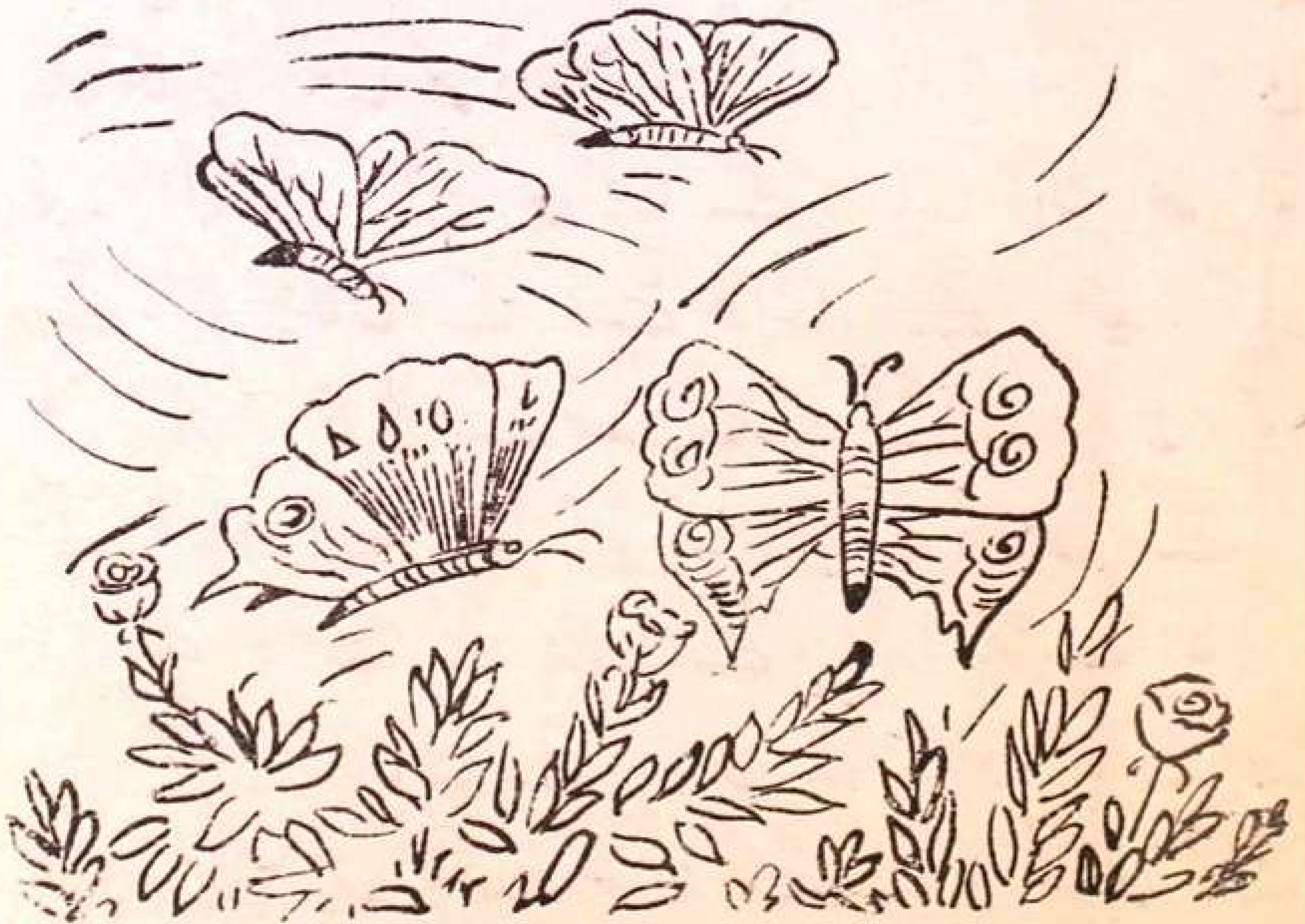
(شوقؔ قدوائی)

یاد رکھنے کی بات

(۱) تتلیوں کی بناوٹ کے متعلق شاعر نے کیا بتایا ہے؟

(۲) اُن کے اُڑنے بیٹھنے اور دوسرے کاموں کے انداز
کے بارے میں کیا کہا ہے ؟

(۳) تتلیوں کے کون کون سے رنگ ہوتے ہیں ؟



۱۹- مسز سروجنی نائیڈو

سالارِ جنگ اوّل کو حیدر آباد بنانے اور سنوارنے کی ایک لگن تھی۔ اُنھوں نے ہندستان کے کونے کونے سے قابل لوگوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر بُلایا اور بڑی قدر دانی کی۔ اِن ہی میں سے ایک ڈاکٹر اگھور ناتھ تھے۔ یہ بنگال کے رہنے والے تھے۔ حیدر آباد میں نظام کالج کے صدر بنائے گئے۔ اِن کو حیدر آباد ایسا پسند آیا کہ یہیں رہ بس گئے۔

وہ ذات کے برہمن تھے۔ مگر بڑے عالم اور مُخلص انسان تھے۔ اس لئے ذات پات اور اونچ نیچ میں عقیدہ نہ رکھتے تھے۔ خُدا کی مخلوق کی خدمت اِن کا مرغوب مشغلہ تھا۔ ۱۸۷۹ء میں ان کے ہاں ایک بھاگوان لڑکی پیدا ہوئی۔ سروجنی نام رکھا گیا۔ بڑی ہوئی تو ایک قابل اور شریف

انسان، ڈاکٹر نائیڈو سے بیاہی گئیں۔ اِس نسبت سے اب مسز سروجنی نائیڈو نام پایا۔ آخر دم تک اِسی نام سے پکاری گئیں اور اب یہ نام ہندستان کی تاریخ کا نگینہ بن کر چمک رہا ہے۔

سروجنی دیوی نے حیدر آباد میں میٹرک پاس کیا۔ اِس زمانے میں لڑکیوں کی تعلیم کا کوئی خاص اِنتظام نہ تھا۔ پھر بھی وہ اوّل درجے میں پاس ہوئیں۔ انسانوں کی خدمت اِن کی گھٹّی میں پڑی تھی وہ اِس چھوٹی سی عمر میں پڑھتی بھی تھیں اور اپنی ہم جنسوں کی کچھ نہ کچھ خدمت بھی کرتی تھیں۔ میٹرک کے بعد وہ اونچی تعلیم کے لئے انگلستان گیئں۔ اُن کی ذہانت کا وہاں خوب سکہ بیٹھا۔ وہ انگریزی زبان پر اتنی حاوی ہوگئیں کہ اِس زبان میں برجستہ فصیح تقریریں کرنے لگیں اور نہایت اچھے شعر کہنے لگیں۔ اُن کی قابلیت کا دُور نزدیک شہرہ ہوگیا۔ اِنگلستان کی طالب علمی کے زمانے میں بھی وہ خدمت سے نہیں چوکیں۔ وہاں اُنھوں نے ایک ایسی سوسائٹی بنائی

جس سے انگلستان جانے والے ہندستانیوں کو بہُت فایدہ پہُنچا۔

پڑھ لکھ کر ہندستان لوٹیں تو کوی خدمت کا موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ ۱۹۰۸ء میں حیدرآباد کی موسیٰ ندی میں سیلاب آیا۔ اور اِس زور کا آیا کہ سارا شہر زیر زبر ہوگیا۔ سب لوگ پریشان تھے۔ کوی اپنے گھر اور مال کو روتا تھا۔ کوی اپنے عزیزوں اور دوستوں کے ماتم میں سر پیٹتا تھا۔ تو کوی اپنے بچے کھُچے لوگوں کے اِنتظام میں سرگرداں تھا۔ اس وقت سروجنی نایڈو نے لوگوں کی ایسی مدد کی کہ اکثر مردوں سے بھی نہ بن پڑتی۔ یہی حوصلہ تھا کہ جب ملک کی آزادی کے لئے مہاتما گاندھی آگے بڑھے اور کانگریس میں بھرتی کی پکُار ہوی تو سروجنی دیوی کے قدم کسی سے پیچھے نہ تھے۔ وہ کانگریس میں شریک ہوئیں اور اِس شان سے شریک ہوئیں کہ کانگرس کی ورکنگ کمیٹی (مجلسِ عاملہ) کی ایک عرصہ تک رُکن رہیں۔ اِس راستے میں اُنھوں نے

وہ تمام سیاسی مصیبتیں اُٹھائیں جو مرد لیڈروں کو اُٹھانی پڑیں۔ یہاں تک کہ وہ کئی بار جیل بھی گئیں اور یہ شرف تو ہندستانی عورتوں میں صرف اِسی خاتون کو حاصل ہوا کہ وہ ملک کی سب سے بڑی سیاسی جماعت، کانگرس کی صدر بنای گئیں، آج تک کوی ہندستانی عورت اِس کُرسی تک نہیں پہنچی۔ اِس کرسی تک پہنچنا ہر شخص کے بس کی بات بھی نہیں تھی۔ خصوصاً انگریزوں کے آخری زمانے میں تو یہ جگہ بادشاہوں کے تخت سے بھی زیادہ اہم تھی۔ مگر اس تخت پر بیٹھنے والے کو کانٹوں کا تاج پہننا پڑتا تھا۔ جیل کے دروازے اُس کے استقبال کے لئے کھول دیے جاتے تھے اور اکثر پھانسی کے تختے اُس کے انتظار میں رہتے تھے۔ یہ اُسی خاتون کا دل گردہ تھا کہ ایسی مشکل خدمت کو پوری ذمہ داری سے نباہا۔

وہ اُردو اور انگریزی دونوں زبانیں خوب بولتی تھیں۔ جب وہ تقریر کرتے کھڑی ہوتیں تو

ہزاروں، لاکھوں کے مجمع پر سناٹا چھا جاتا۔ یہ تقریر کا جادو تھا کہ کوئی سمجھے یا نہ سمجھے، خاموش بُت بنا کھڑا رہتا۔ اِن کی انگریزی شاعری کی اہل زبان تک داد دیتے تھے۔ اُن کی شاعری کے سُریلے نغمے لوگوں کے دلوں میں اُتر جاتے تھے۔ اِسی لئے لوگ اُنھیں بُلبُلِ ہند پُکارتے تھے۔ بے شُبہ وہ اپنی وقت کی بُلبُل تھیں، جنھوں نے اپنے نغموں سے سب کو جگا دیا۔ پھر خود ابدی نیند سوگئیں۔

اُن کا انتقال لکھنو میں، یوپی کی گورنری کے تخت پر ہوا اور اُن کی خاک، اُن کے پیارے وطن حیدر آباد لائی گئی۔

پُہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

پھر یہ راکھ مُوسا ندی کے سنگم کے سپُرد کی گئی تاکہ جب تک پانی میں روانی ہے اِس کی لہریں اہلِ وطن کو بُلبُلِ ہند کا نغمہ سُناتی رہیں۔

یاد رکھنے کی بات

(۱) سروجنی نائیڈو صاحبہ کا خاندان حیدرآباد میں کس طرح بس گیا؟

(۲) اُن کی کون سی تعلیم کہاں کہاں ہوی؟

(۳) اُنھوں نے کیا کیا قومی کام کئے؟

(۴) اُن کی حضوصی قابلیت کیا تھی؟

(۵) اُن کو کون سے بڑے بڑے عہدے ملے؟

(۶) اگر وہ اِس وقت حیات ہوتیں تو اُن کی کتنی عُمر ہوتی؟

قواعد

کلموں میں سے اسم اور فعل کی تعریف بتای جاچکی ہے۔ آج حرف کی تعریف سُنو۔

حرف اُس کلمے کو کہتے ہیں جو مستقل اپنے معنی نہ دے۔ یعنی دوسرے لفظوں کے سہارے اپنی معنی بتا سکے۔ جیسے پر، تک سے، وغیرہ۔ جب تک اور لفظ اس سے نہ ملیں اس کا مطلب سمجھ میں نہیں آسکتا۔ جیسے (۱) آم میز پر ہے۔ (۲) دلّی سے مدراس تک ریل جاتی ہے۔

۲۰- کالی داس

ہر ملک میں بہت سے نامی شاعر گزرے ہیں۔ مگر ان میں چند ہی ایسے ہیں جن کو ساری دنیا میں شہرت حاصل ہوئی ہو۔ ان میں سے ایک کالی داس ہیں۔ یہ شاعر چوتھی عیسوی صدی میں گزرا ہے۔ یہ مالوے کا رہنے والا تھا۔

کالی داس صرف شاعر ہی نہیں تھا۔ اُسے ناٹک لکھنے میں بھی کمال حاصل تھا۔ اُس کی تمام کتابوں میں جس کتاب نے سب سے زیادہ نام پایا۔ وہ شکنتلا کا۔ ناٹک ہے۔ اس بات پر تمام دنیا کے عالموں کا اتفاق ہے کہ شکنتلا اپنی قسم کا ایک ہی ناٹک ہے اور بڑی نادر چیز ہے۔ اس کے علاوہ اس کے دو اور ناٹک ہیں۔ وکرم اروسی اور مالوی کا اگنی متر۔ نظموں میں 'میگھ دوت' اور رگھوبنس زیادہ

مشہور ہیں۔ میگھ دوت میں بادل کو قاصد بنایا ہے۔ رگھوبنس
میں راجہ رام چندر جی اور اُن کے خاندان کا حال ہے
ایک اور نظم 'رُت سمبھا' ہے جس میں موسموں کی کیفیت
بہت دِل چسپ انداز میں بیان کی ہے۔

اِن سب میں شکنتلا سب سے بڑی اور اونچے
درجے کی کتاب ہے۔ اس کی عظمت اور بڑائی کا اس
سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ دُنیا کی تمام بڑی بڑی
زبانوں میں اِس کا ترجمہ ہوگیا ہے اور ہر جگہ کے
لوگ اِس کو مزے لے لے کر پڑھتے ہیں اور
اِس کی تعریف کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ کالی داس
کی اور نظموں اور ناٹکوں کے بھی کئی زبانوں
میں ترجمے ہوئے ہیں۔ اِس فاضل نے نہ صرف
دنیا میں اپنا نام بلند کیا بلکہ اپنے دیس کی شہرت
کو بھی چار چاند لگا دئے۔

یاد رکھنے کی بات

(۱) کالی داس کہاں کا رہنے والا تھا اور وہ کس زمانے میں گزرا ہے؟

(۲) کالی داس کی کن کتابوں کے نام سبق میں بتائے گئے ہیں اور ان کتابوں میں کیا لکھا ہے؟

(۳) کالی داس کی کون سی کتاب ساری دُنیا میں مقبول ہوئی۔

ضروری بات

مُشکل لفظوں کے معنی معلوم کرنے کے لئے آپ لُغت ضرور دیکھتے ہوں گے۔ لُغت میں اکثر ایک لفظ کے کئی کئی معنی لکھے ہوتے ہیں، یہ دیکھنا آپ کا کام ہے کہ آپ کے سبق میں کون سے معنی دُرست بیٹھتے ہیں۔ اچھا ہو کہ آپ اپنی معنی کی کاپی اُستاد کو دکھا لیا کریں۔ اِس سے آپ کو مزید اطمینان ہو جائے گا۔

۲۱۔ مٹھائی کا پُل

(دلّی میں ایک جگہ ہے، مٹھائی کا پُل جناب گوپی ناتھ صاحب امن لکھنوی نے یہاں کی چہل پہل اِس نظم میں دِکھائی ہے۔ امن صاحب اُردو کے مشہور ادیب اور شاعر ہیں۔)

یہ گڑبڑ، یہ مڈبھیڑ، یہ شور و غُل
یہی، ہاں، یہی ہے مٹھائی کا پُل
سڑک کے کِنارے دو رویہ فقیر
وہ اُن کی صدائیں بہ حالِ حقیر
بس اِک پیسہ دو پیسے دے جا مجھے
بہت دے گا بھگوان بابا تجھے
ہے اندھی بِھکارن کا بس یہ سوال
ملے ایک روٹی، جیئں تیرے لال

میں مُحتاج ہوں، سخت لاچار ہوں
مہینوں سے برسوں سے بیمار ہوں
ہری اوم، بچہ سُکھی تن رہے
دِلا ایک آنہ، بُہت دھن رہے
اری مای ری، تیرے بچّوں کی خیر
یہ پیدل، یہ گودی کا دونوں کی خیر

دُکانوں کے تختوں کی بیہم قطار
ہر اہل دُکاں کی الگ ہے پُکار
یہ کیلے لگاے دونی کے ڈھیر
یہ امرود لے جاو، آٹھ آنے سیر
یہ چار آنے ہر مال، کی ہے دُکاں
اِدھر آئیے، دیکھیے مہرباں
یہ گاڑی، یہ گُل دستے، یہ سیٹیاں
یہ لٹّو، یہ گڑیاں ہیں، یہ پھرکیاں

یہ ٹانگے یہ موٹر یہ ریڑھی، ٹرام
یہ ٹھیلہ یہ گاڑی یہ بس اژدہام
اِدھر سائیکل ہے، اُدھر سائیکل
کِدھر بچ کے جائیں؟ دہلتا ہے دِل
ارے گھاس والے! ذرا بچ کے چل
ارے ٹھیلے! بائیں کو مُڑ کر نکل
ری مائی، اے مائی، اندھی ہے کیا
ارے لڑکے، تجھ کو نہیں دیکھتا
بچو مائی جی بھائی جی دیکھنا
میاں، اے میاں! بچ کے چلنا ذرا

یہ بیٹھا ہے رانپی لئے اک چمار
پھٹے جوتے والوں کا ہے اِنتظار
ادھر سے صدا بوٹ پالش کی ہے
اُدھر سے صدا تیل مالش کی ہے
یہ شرنارتھی، جھونپڑی میں ہیں چار
خود اپنے وطن میں، غریبُ الدّیار

وہ مردِ مسلماں جھکائے نظر
وہ ہوٹر پہ لالہ اُٹھائے نظر
نظر، ٹھوکریں لاکھ کھاتی ہوئی
ہر اِک گام پہ لڑکھڑاتی ہوئی
جو اُلجھے نگاہوں کے پھندے میں آپ
تو پڑ جائے گی سر پہ گھوڑے کی ٹاپ

کہیں زیبِ تن کوٹ پتلون ہے
کہیں دھوتی کُرتے کا مضمون ہے
کہیں اچکن اور پائجامے کی دھج
کہیں ننگے تن پر نگر کی اُپج
اسی بھیڑ میں ایک لاغر نحیف
چلا جا رہا ہے وہ آمنِ ضعیف

یاد رکھنے کی بات

(۱) اندھی بھکارن کی کیا صدا ہے؟

(۲) "ہری ادم بچہ سُکھی تن رہے" ایسا کون لوگ بولتے ہیں؟

(۳) راستہ چلنے میں دل کیوں دہلتا ہے؟

(۴) "ارے گھاس والے ذرا بچ کے چل سے" میاں لے میاں بچ کے چلنا ذرا' تک یہ آوازیں کون لگاتا ہے؟

(۵) دُکانداروں کی بولیاں کیا کیا ہیں؟

(۶) لوگ کیسے کیسے لباس پہنے ہوئے جارہے ہیں؟

سوچنے کی بات

(۱) خود سوچئے اور اپنے اُستاد سے پوچھئے کہ مردِ مُسلماں نظر جُھکائے کیوں جارہا ہے اور شرنارتھی اپنے وطن میں غریب لدیار کیوں کر ہیں۔

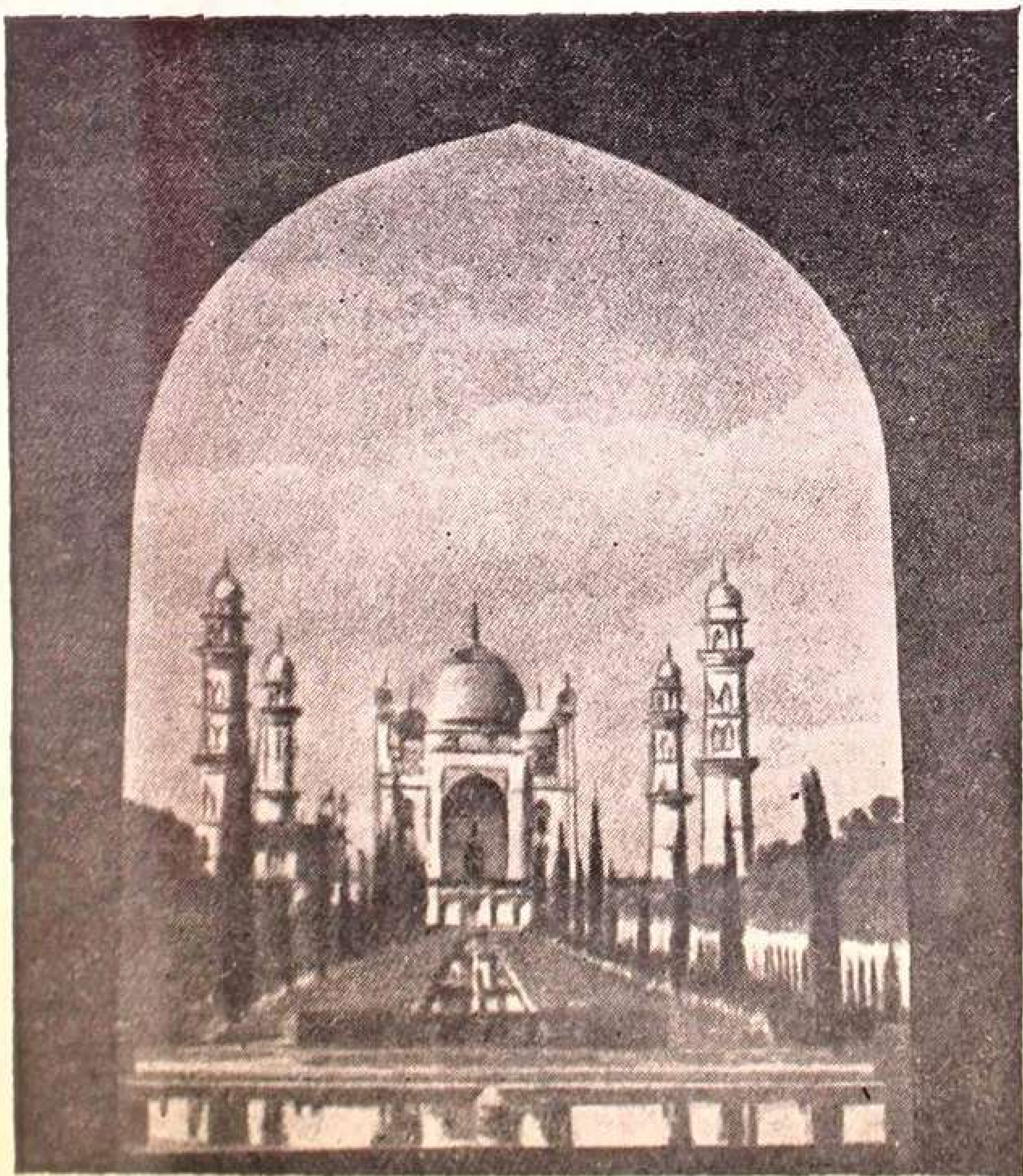
لکھنے کی مشق

اس نظم میں پانچ چھ موقعے، بڑی خوبی سے دکھائے گئے ہیں۔ آپ اس نظم کے لفظوں کو اُلٹ پھیر کر ایک مضمون لکھئے جس میں یہ سب باتیں آجائیں بلکہ کچھ زیادہ۔

۲۲- اورنگ آباد

اورنگ آباد دکن کا مشہور اور پُرانا شہر ہے۔ پہلے اس کا نام کھڑکی تھا۔ مِلک عنبر نے اِس کو اپنا صدر مقام بنایا۔ اور اس کا نام فتح نگر رکھا۔ اِس کے بعد جب شہزادہ اورنگ زیب دکن کا صوبہ دار ہوا۔ تو اُس نے اِس کا نام اورنگ آباد رکھا۔ اور یہ اب تک اِسی نام سے مشہور ہے۔

اِس شہر کے چاروں طرف فصیل ہے۔ اِسے اورنگ زیب نے بنوایا تھا۔ شہر کی مغربی جانب فصیل سے مِلی ہوی ایک ندی بہتی چلی گئی ہے۔ ندی کے کنارے بابا شاہ مستان کی درگاہ ہے۔ یہ مقام پن چکی کے نام سے مشہور ہے۔ آج کل آٹا پیسنے کی چکیاں بجلی یا انجن کے ذریعے چلتی ہیں پہلے زمانے میں یہ کام پانی کے زور سے لیا جاتا تھا۔ مِلک عنبر کی نہر



بی بی کا مقبرہ

یہاں سے گزرتی ہے۔ جس کا پانی اب تک بلندی سے چادر کی شکل میں گرتا ہے۔ اِسی سے یہ چکّی چلائی جاتی تھی۔ یہاں کئی حوض ہیں۔ جن میں فوّارے چھوٹتے ہیں اور بڑی بہار دکھاتے ہیں۔ شام کے وقت لوگ یہاں سیر کے لئے آتے ہیں۔

پن چکّی کے پاس ہی محل نو کھنڈہ ہے۔ یہ بھی پُرانی عمارت ہے۔ خاندان آصفیہ کے بانی آصف جاہ اوّل اسی محل میں دربار کیا کرتے تھے۔ نوکھنڈے میں گدّی محل، جلو خانہ، کچہری اور کئی پُرانی عمارتیں ہیں۔

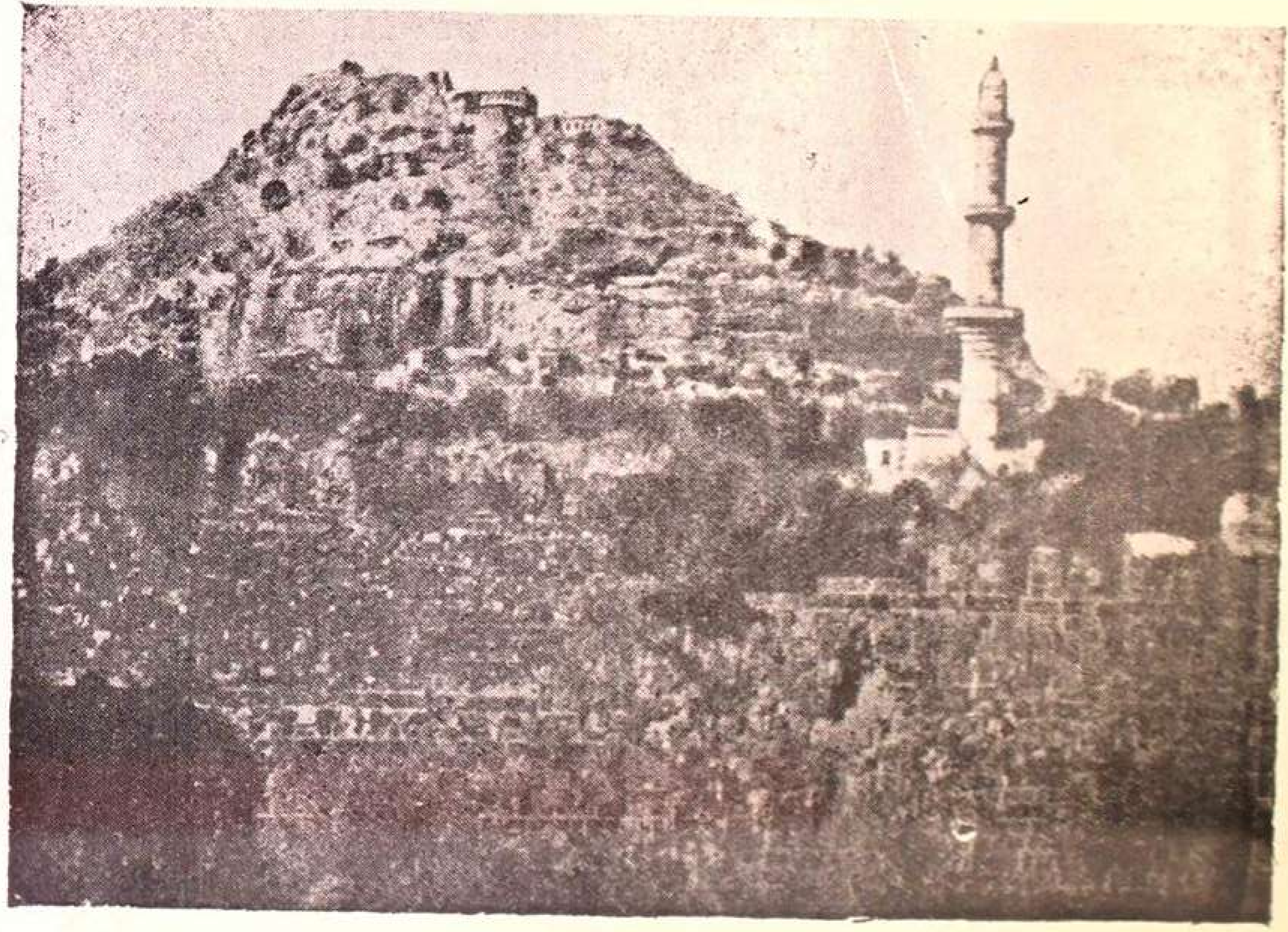
اورنگ آباد کی سب سے خوب صورت عمارت بی بی کا مقبرہ ہے۔ اِس میں اورنگ زیب کی بیوی رابعہ دورانی کی قبر ہے یہ مقبرہ آگرے کے تاج محل کے نمونے پر بنایا گیا ہے۔ وہی باغ اور نہریں۔ بیچ میں بلند چبوترہ، اُس کے کونوں پر چار اونچے اونچے مینار، بیچ میں بڑا گنبد۔ اور اُس کے چاروں طرف چھوٹی چھوٹی بُرجیاں ہیں۔ اِسی لئے اس کو دکن

کا تاج کہتے ہیں۔

آگرے کا تاج محل سر سے پاؤں تک سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے اور اس میں رنگ رنگ کے قیمتی پتھر جڑے ہیں۔ بی بی کے مقبرے میں یہ بات کہاں۔ تاج محل کو اورنگ زیب کے باپ، شاہ جہاں نے بنوایا تھا اور یہ مقبرہ اورنگ زیب کے بیٹے کا بنوایا ہوا ہے۔ اسی لئے اِن عمارتوں کی کاریگری اور ساز و سامان میں دادا اور پوتے کا فرق ہے۔ پھر بھی اگر وہ ساری دُنیا میں مشہور ہے تو یہ پُورے دکن میں شہرت رکھتا ہے۔

اورنگ آباد میں ملک عنبر نے نہروں کے ذریعے پانی کا ایسا اِنتظام کیا تھا کہ شہر میں پانی کی ریل پیل تھی اور گھر گھر باغ نظر آتے تھے۔ اُس زمانے کی نہریں اب تک جاری ہیں۔ پانی کا یہ پُرانا انتظام جیسا اورنگ آباد میں ہے ایسا ہندستان کے کسی اور شہر میں نہیں ہے۔

اورنگ آباد سے آٹھ میل کے فاصلے پر دولت آباد



دولت آباد کا قلعہ

واقع ہے۔ یہ وہی جگہ ہے جسے سُلطان محمؐد تغلق نے اپنا صدر مقام بنایا تھا اور دلّی کے لوگوں کو حُکم دیا تھا کہ وہ سب دولت آباد چلیں۔ یہیں قلعے میں اورنگ زیب نے تانا شاہ کو قید میں رکھا تھا۔ دولت آباد کا قلعہ بہُت مشہور اور مضبوط ہے۔ دُنیا میں شاید ہی اس کے برابر کوی اور مضبوط قلعہ رہا ہو۔

دولت آباد سے کچھ میل آگے بڑھیئے تو خلدآباد آتا ہے۔ یہاں مشہور بزُرگ حضرت نجیب الدین زرگری زربخش کی درگاہ ہے۔ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کا سادہ مزار ہے اور کئی نامور بادشاہ زیرِ زمین سو رہے ہیں۔

یاد رکھنے کی بات

(۱) کھڑکی کا اورنگ آباد کیسے نام پڑ گیا؟

(۲) نوکھنڈہ میں کیا کیا چیزیں ہیں؟

(۳) پن چکی کیا چیز ہے؟

(۴) اورنگ آباد کی سب سے خوب صورت عمارت کون سی ہے؟
(۵) ملک عنبر نے پانی کا کیا خاص انتظام کیا تھا؟
(۶) دولت آباد اور اُس کے قلعے سے کون سی تاریخی باتیں تعلق رکھتی ہیں؟
(۷) خُلد آباد میں کیا مشہور چیزیں ہیں؟

قواعد

اسم، فعل اور حرف کی چار چار مثالیں اپنی کاپی پر لکھیے۔
اسم اور فعل کے بارے میں مذکر مونث، واحد جمع وغیرہ جو کچھ آپ جانتے ہوں لکھیے۔

عملی کام

آپ اپنے البم کے لئے اورنگ آباد کی تاریخی جگھوں کی اچھی تصویریں حاصل کیجئے اور اُنھیں سلیقے سے لگائیے۔ ہر تصویر کے نیچے اس کا نام لکھ دیجئے تشریح کے لئے دو ایک سطریں لکھ دی جائیں تو کوئی ہرج نہیں مگر زیادہ بڑی عبارت نہ ہونی چاہیئے۔

۲۳- ایلورا کے غار

اورنگ آباد سے تیرہ میل کے فاصلے پر ایلورا کے غار ہیں۔ یہ غار دُنیا بھر میں مشہور ہیں۔ اور مُلک مُلک کے لوگ ہزاروں میل کا سفر کر کے اسے دیکھنے آتے ہیں۔ کہنے کو تو یہ غار ہیں لیکن اصل میں یہ پُرانے زمانے کے مندر ہیں۔ جو پہاڑ کاٹ کر بنائے گئے ہیں۔ بڑی بڑی چٹانوں کو اس کاریگری سے تراشا ہے کہ ان میں خوب صورت محل بن گئے ہیں۔ یوں کہنا چاہیے کہ یہ عالی شان محل صرف ایک پتھر میں بنا دیے گئے ہیں۔ کہیں سے جوڑ ہے نہ ٹکڑا۔ اسی سے دیواریں نکالی گئی ہیں، ستون اور چھتیں اسی کی ہیں اور ان ستونوں میں بے شمار مورتیں ترشی ہوی ہیں۔ کہیں ہاتھی سونڈ اُٹھائے کھڑے ہیں

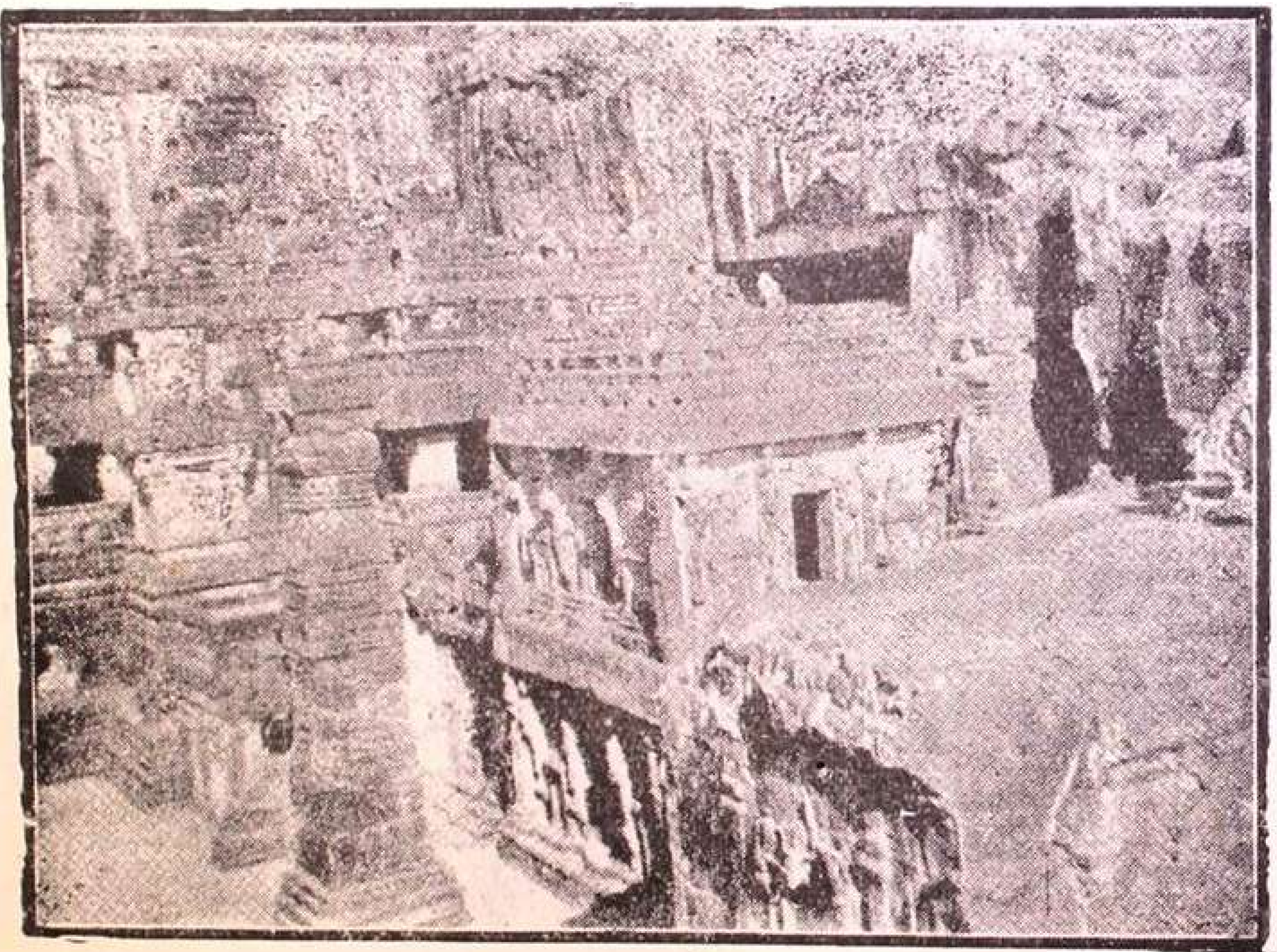
کہیں شیر غرّا رہے ہیں۔ درختوں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ تالابوں میں بطخیں تیر رہی ہیں۔ ایک طرف ناچ ہو رہا ہے، دوسری طرف لڑائی ہو رہی ہے۔ کہیں بازار لگا ہوا ہے، کہیں شادی کی دھوم دھام ہے۔ اِدھر کچھ آدمی کھانا کھا رہے ہیں اُدھر فقیر بھیک مانگ رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی جیتی جاگتی بستی تھی۔ سب لوگ اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے تھے۔ کسی نے اچانک جادو کر دیا اور یہ سب پتّھر کے بن کر رہ گئے۔

یاد رکھنے کی بات

(۱) ایلورا کے غار کس چیز سے بنائے گئے ہیں؟

(۲) ان غاروں میں کیا کیا بنا ہے؟

(۳) اس سبق کی آخری چند سطریں پڑھ کر بتائیے کہ اِن غاروں کی بناوٹ میں کیا خوبی ہے۔



مشہور مندر کیلاش ایلورہ (اورنگ آباد)

۲۴- گتّے کا کام

اتوار کو چھٹّی تھی۔ اکبر راما کے گھر گئے۔ راما نے بڑے تپاک سے اُنہیں بٹھایا۔ چاے اور پھلکیوں سے خاطر کی۔ اور اپنے ہاتھ کا بنا ہوا گتّے کا قلم دان تحفے میں دیا۔ اکبر بہت خوش ہوے اور بڑے تعجب سے پوچھا۔ راما تم نے قلم دان بنانا کہاں سیکھا؟" راما بولا۔ اکبر! کیا تمھارے اسکول میں کوئی حرفہ نہیں سکھایا جاتا؟ آج کل تو ہر اسکول میں کسی نہ کسی حرفے کی تعلیم ضرور دی جاتی ہے سوت کاتنا اور باغبانی تو تقریباً سب اسکولوں میں بتایا جاتا ہے۔"

اکبر نے کہا" بھائی تم شہر میں رہتے ہو اس قسم کے حرفے تمھیں سکھاے جاتے ہیں۔ ہم دیہاتی اسکول میں پڑھتے ہیں وہاں کھیتی باڑی۔

بڑھئی اور بُنکر کا کام سکھایا جاتا ہے۔ مٹی کے برتن بنانا اور دوسری صنعتیں سکھای جاتی ہیں۔ یہی ہمارے کام کی چیزیں ہیں۔ اب کی آوں گا تو اپنے کھیت کی کچھ چیزیں لاؤں گا اور مٹی کے برتن۔ ایک صُراحی تو اب بھی میرے پاس ہے مگر وہ تمھیں پسند کیا آے گی۔ بے ڈول سی بنی ہے۔" یہ کہہ کر اکبر برآمدے میں گیا اور ایک صُراحی اُٹھا لایا۔

راما بولا۔" واہ وا۔ بھای اکبر، آپ نے تو کمال کردیا۔ کیا نفیس صُراحی بنا ڈالی۔ اب تو سچ مچ آپ بڑھیا کاری گر بن گئے۔" اکبر نے کہا۔ "خیر یہ تو مٹی کی معمولی سی چیز ہے، آپ بتائیے کہ اور کیا کیا کام آپ جانتے ہیں؟"

راما نے بتایا کہ ہمارے اسکول میں ہر روز ایک گھنٹہ حرفے کا ہوتا ہے۔ کاغذ اور اَبری بنانا۔ چرخے اور تکلی سے سوت کاتنا اور باغبانی اور گتے کا کام سکھایا جاتا ہے۔ میں تو گتے

کا کام سیکھ رہا ہوں۔ گتّے سے چھوٹی چھوٹی چیزیں بنا لی جاتی ہیں۔ مثلاً اپنی کتابوں کی جلدیں ہم خود بنا لیتے ہیں، قلم دان، لکھنے کے پیڈ، کشتی، فایل کھلونے، ڈبّے اور بہت سی چیزیں گتّے سے بنای جاتی ہیں۔ یہ کام بہت آسان ہے۔ اُستاد ہمیں (ڈیزاین) نمونہ بتا دیتے ہیں۔ صرف چند اوزاروں کی مدد سے ہم ہوٗ بہوٗ ویسی چیز بنا دیتے ہیں۔

ہماری بنای ہوی چیزیں لوگ خوشی خوشی خریدتے ہیں۔ یہ رقم ہمارے اِسکول کے فنڈ میں جمع ہوتی ہے۔ ہمیں چیزیں بنانے کی کچھ اُجرت بھی دی جاتی ہے۔ حرفے کے گھنٹے میں بڑا مزا آتا ہے۔ ماسٹر صاحب کہہ رہے تھے گتّے کے کام میں تم ہوشیار ہو جاو گے تو بڑھئی کا کام بھی آسانی سے آجاے گا۔ جس طرح ایک زبان جان لینے سے دوٗسری زبان آسان ہو جاتی ہے اسی طرح ایک حرفہ آجاے

تو دوسرے حرفے بھی سہل نظر آتے ہیں۔"

"بھئی میں تو یہ جانتا ہوں کہ انسان جس کام کو جی لگا کر کرے وہ آسان معلوم ہوتا ہے دو چار سال میں تم دیکھو گے میں لکڑی کی چیزیں بھی بنانے لگوں گا۔ میرا دِل اس کام میں بہت لگتا ہے۔"

اکبر نے کہا راما "اب کی تم سے مل کر بہت سی باتیں معلوم ہوئیں۔ اب میں جانے کی اجازت چاہتا ہوں۔ پھر کبھی آوں گا تو اپنے اسکول کے کاموں کے نمونے بھی لاوں گا۔

اچھا خدا حافظ"

یاد رکھنے کی بات

(۱) راما کے اسکول میں کون سے حرفے سکھائے جاتے ہیں؟

(۲) اکبر کے اسکول میں کون سے کام سکھائے جاتے ہیں؟

(۳) گتے سے کیا کیا چیزیں بنتی ہیں؟

۲۵- پھسلن

برسات کا جہان میں لشکر پھسل پڑا
بادل بھی ہر طرف سے ہوا پر پھسل پڑا
جھڑیوں کا مینھ بھی آکے برابر پھسل پڑا
چھتہ کسی کا شور مچا کر پھسل پڑا
کوٹھا جھکا، اٹاری گری در پھسل پڑا

جھڑیوں نے اس طرح کا دیا آکے جھڑ لگا
سنئے جدھر، ادھر کو دھڑا دھڑ کی ہے صدا
کوئی پکارے ہے مرا دروازہ گر چلا
کوئی کہے ہے "ہائے کہوں تم سے اب میں کیا"
تم در کو جھینکتے ہو مرا گھر پھسل پڑا

کوچے میں کوئی اور کوئی بازار میں گرا
کوئی گلی میں گر کے ہے کیچڑ میں لوٹتا
رستے کے بیچ پاؤں کسی کا رپٹ گیا

اس سب جگہ کے گرنے سے آیا جو بچ بچا
وہ اپنے گھر کے صحن میں آکر پھسل پڑا

چکنی زمیں پہ یاں تئیں کیچڑ ہے بے شمار
کیسا ہی ہوشیار رہے پھسلے ہے ایک بار
نوکر کا بس کچھ اس میں، نہ آقا کا اختیار
کوچے گلی میں ہم نے تو دیکھا ہے کتنے بار
آقا جو ڈگمگایا تو نوکر پھسل پڑا

(نظیر اکبرآبادی)

یاد رکھنے کی بات

(۱) اس نظم کے چار بند ہیں، پہلے اور چوتھے بند میں کیا کہا گیا ہے؟

(۲) آقا ڈگمگایا تو نوکر کیوں پھسل پڑا؟

(۳) ہر طرف دھڑا دھڑ کی صدا کیوں ہے؟

لکھنے کی مشق

دُوسرے اور تیسرے بند کا مطلب اپنی کاپی میں لکھئے۔

۲۶۔ صحت کی حفاظت

زندگی میں سب سے پہلا اور بڑا کام تندرستی قایم رکھنا ہے۔ جب تک انسان تن دُرست نہ ہو، وہ دُنیا کا کوی کام انجام نہیں دے سکتا۔ پڑھای لکھای، کھیل کوٗد، عبادت، ریاضت، سب صحت پر موقوف ہیں۔ صحت نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ اِنسان کِتنا ہی مال دار اور امیر ہو اگر وہ تن دُرست نہیں ہے تو اُس کی دولت کسی کام کی نہیں۔ نہ اُس سے وہ کچھ کھاپی سکتا ہے اور نہ کوی دوٗسرا فایدہ اُٹھا سکتا ہے۔ اسی طرح اگر کوی لکھ پڑھ کر عالم فاضل ہوجاے مگر صحت اچھی نہیں ہے تو اُس کا علم وفضل بے سوٗد ہے۔ اپنے علم پر نہ خود عمل کرسکتا ہے اور نہ دوٗسرں کوٗ اِس سے کچھ فایدہ پہنچا سکتا ہے۔ اُس کی ساری عُمر اپنی صحت کے پیچھے روتے جھینکتے ختم ہوجاے گی۔

بیمار کو کھانے، پینے ہنسنے، بولنے، کسی چیز میں مزا نہیں آتا۔ صحت جیسی نعمت اور بے بدل چیز کا ہم جتنا بھی خیال رکھیں، کم ہے۔ یہی ہماری زندگی کے چراغ کا تیل ہے، جب چراغ میں تیل کم ہوگا یا ختم ہو جائے گا تو چراغ ٹمٹمانے لگے گا اور پھر وہ بجھ جائے گا۔

صحت کی دولت حاصل کرنے میں ہمیں زیادہ مشقت بھی اُٹھانی نہیں پڑتی۔ اور نہ اِس کے لئے مال دار ہونے کی حاجت ہے۔ اگر ہم چند گنی چُنی عادتیں ٹھیک کریں تو ہماری صحت ہمیشہ اچھی رہے گی۔ پھر نہ ہمیں اسپتال کے چکّر کاٹنا پڑیں گے اور نہ وقت سے پہلے ہمارے دروازے پر موت کا فرشتہ دستک دے سکے گا سچ تو یہ ہے کہ تن دُرست انسان سے موت بھی مُنہ چُھپاتی ہے۔

قُدرت نے انسان کا ڈھانچہ بڑا خوب صورت اور سڈول بنایا ہے، اُس نے ہمیں یہ امانت

عطا کی ہے، ساتھ ہی عقل ایسی شے دی ہے جو ہر چیز کی اچھائی اور برائی کو پرکھ سکتی ہے۔ اگر ہم عقل چھوڑ کر خواہشوں کے بندے بن جائیں تو ہمیں اُس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ کیونکہ جو قدرت کے قانون کو توڑتا ہے، قدرت بھی اُسے توڑ کر رکھ دیتی ہے۔ ہمیں اِس ڈھانچے کی اونچ نیچ کو سمجھنا چاہیئے اور اپنے اعضاء پر صرف اتنا بوجھ ڈالنا چاہیئے جتنا وہ آسانی سے سہار سکیں۔

اِسے آپ یوں سمجھئے کہ قدرت نے آپ کو دانت دیئے ہیں۔ یہ ایک خاص حد تک سخت چیزوں کو کاٹ اور پیس سکتے ہیں۔ مثلاً آپ سخت گنّوں کو دانت سے چھیل سکتے ہیں، چنوں اور مکئی کے دانوں کو چبا سکتے ہیں، لیکن اگر آپ نے پتھر یا لوہے کے ٹکڑے کو چبانے کی کوشش کی تو آپ کے دانت بجائے مُنہ کے، زمین پر پڑے ہوئے نظر آئیں گے یا اُن کو اِتنا نقصان پہنچ جائے گا کہ آپ کے کام کے نہیں رہیں گے۔

اسی طرح آنکھ ایک خاص حد تک اور خاص روشنی میں دیکھ سکتی ہے۔ اگر آپ نے سورج سے آنکھیں۔ لڑانا شروع کر دیں تو نتیجہ ظاہر ہے۔ یہی حال اور اعضاء کا ہے۔

آگے چل کر آپ کو حفظانِ صحت کی تفصیلی باتیں معلوم ہوں گی۔ یہاں صرف موٹی موٹی باتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اگر اتنے ہی کا خیال رکھا جائے تو انسان ہمیشہ تن دُرست اور توانا رہ سکتا ہے۔ تن دُرستی کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں۔ ایک تو یہ کہ آدمی جو کھانا کھائے وہ ایسا ہو کہ صحت کو نقصان نہ پہنچائے بلکہ جلد ہضم ہو جائے اور جسم میں خون پیدا کرے۔ دوسرے ورزش سے اپنے بدن کو مضبوط رکھے۔ تیسری اور سب سے ضروری چیز صفائی ہے۔

صفائی کے معنی صاف رہنے کے ہیں اور صاف رہنے میں سب کچھ آجاتا ہے۔ سب سے پہلی چیز جس کو صاف رکھنا چاہیئے وہ ہمارا جسم ہے۔ جسم کے اندر کی صفائی کے لئے ضروری ہے کہ انسان

پانی خوب پیا کرے۔ اور اِس قسم کی زُود ہضم غذا کھائے جو اندر رُک کر خرابی پیدا نہ کرے۔ باہر کی صفائی کے لئے بدن کو پاک صاف رکھنا چاہیئے صُبح اُٹھ کر ایک بار مُنھ ہاتھ دھو لینا کافی نہیں ہے۔ کیونکہ خود ہوا میں اِس قدر گرد و غبار ہوتا ہے کہ گھر میں بیٹھے بیٹھے جسم کے مسامات کو بند کر دینے کے لئے کافی ہے۔ باہر کا حال تو اِس سے بھی بدتر ہے۔ آدمیوں، جانوروں اور گاڑیوں کے چلنے پھرنے سے جو گرد اور مٹی اُڑتی ہے۔ وہ جسم پر پڑتی اور جمتی رہتی ہے۔ اس کے علاوہ مٹی اور کوڑا کرکٹ کے بے شُمار ننھے ننھے زہریلے کیڑے ہوا میں اُڑتے پھرتے ہیں جو ہمیں نظر نہیں آتے۔ سڑکوں اور گلیوں میں یہ ہمارے بدن پر پڑتے ہیں اور چمٹے رہ جاتے ہیں۔ یہ سانس کے ساتھ اندر بھی چلے جاتے ہیں۔ اِس لئے یہ معمُول بنا لینا چاہیئے کہ جب کبھی باہر سے چل پھر کر آئیں تو گھر پہنچتے ہی فوراً صابن سے اچھی طرح مُنھ ہاتھ

دھو ڈالیں اور خوب کُلّیاں کریں۔ اِس سے گردوغبار، سب دُھل جائے گا۔

مگر صرف مُنّہ ہاتھ دھو ڈالنا ہی کافی نہیں۔ پورا فایدہ تو نہانے میں ہوتا ہے۔ نہانے سے پورے جسم کی صفای ہو جاتی ہے۔ ہر روز کم سے کم ایک دفعہ نہایا جائے اور ٹھنڈے پانی سے نہائیں تو بہت مُفید ہے۔ جسم کی صفای کے ساتھ ساتھ رہنے سہنے کی جگہ اور مکان کو بھی صاف رکھنا چاہیئے۔ گھر اور اُس کے آس پاس کی جگہ بھی جب تک صاف سُتھری نہ ہو بیماری کے خطروں سے آپ بچ نہیں سکتے۔ ہوا اور دھوپ صفای میں بہت مدد دیتے ہیں۔ اِس لئے مکان ایسا ہونا چاہیئے کہ جہاں ہوا۔ اور دھوپ کا اچھی طرح گزر ہو سکے۔ مکان کے اندر، باہر کسی جگہ کوڑا کرکٹ نہ پڑا ہو۔ ہر ہفتے گھر کے جالے صاف کرنے چاہیئں۔ روز مرہ ہر چیز کو اُٹھا کر جھاڑنا اور اس کے نیچے کی جگہ صاف کر دینا چاہیئے۔

کپڑوں کا صاف سُتھرا ہونا بھی ضروری ہے، بدن اور کپڑے صاف ہوں تو آدمی خود بھی ہلکا پھُلکا اور چُست چالاک رہتا ہے۔ دوسرے بھی اُسے پسند کرتے ہیں۔

یہی حال دوات، قلم، کاغذ کا ہے۔ میلا بستہ، میلی کچیلی کتاب، دوات بیماریوں کا گھر ہیں۔ اِن سے بھی بیماریاں پھیلتی ہیں۔ اگر انسان تن دُرست اور خوش و خُرّم رہنا چاہتا ہے تو اُس کے لئے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ صاف سُتھرا رہے۔

یاد رکھنے کی بات

(۱) صحت کے لئے کون سی تین چیزیں ضروری ہیں؟

(۲) غذائیں کیسی کھانی چاہئیں؟

(۳) صفائی سُتھرائی میں کِن کِن چیزوں کا خیال رکھنا چاہیئے؟

(۴) مکان اور محلہ کیسا ہونا چاہیئے؟

۲۷- شمع والی بی بی

کوئی سوا سو سال پہلے اِنگلستان میں ایک خوش حال خاندان تھا، اس میں ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ وہ بچپن ہی سے بہت شریف اور رحم دل تھی۔ اِس کی پوری عمر لوگوں کی سیوا میں گزُری، وہ اپنی ساتھیوں میں سب سے زیادہ لایق تھی۔ انگریزی تو خیر اُس کی مادری زبان تھی۔ اُس نے کئی اور زبانیں بھی سیکھ لی تھیں۔ جب وہ جوان ہوئی تو اپنے باپ کی جایداد کی مالک بن گئی۔ آمدنی کا ایک بڑا حِصّہ جی کھول کے غریبوں کی مدد میں صرف کرنے لگی۔ بیماروں کی دیکھ بھال سے، اُسے دِلی مسرت حاصِل ہوتی تھی۔ اُس نے اِس کام کے سیکھنے کے لئے تمام یورپ کا سفر کیا۔

یہ وہ بہادر عورت ہے جس نے زخمیوں کی مدد

کے لئے گھر کا سُکھ چین چھوڑا۔ اور میدان جنگ میں پُہنچ گئی۔ سیکڑوں انسانوں کی جانیں بچائیں۔ وہ ساری ساری رات ایک چھوٹا سا لمپ ہاتھ میں لے کر بیماروں کی دیکھ بھال کرتی پھرتی تھی۔ اِسی لئے وہ شمع والی بی بی کے نام سے مشہور ہو گئی۔ اُس کا اصلی نام فلورنس نائٹ انگیل ہے۔

۱۸۵۴ء میں اِنگلستان اور روس میں لڑائی ٹھن گئی۔ انگریز سپاہیوں کو چالیس برس سے کسی جنگ کا سامنا نہ کرنا پڑا تھا۔ بیٹھے بیٹھے کچھ بے کار سے ہو گئے تھے۔ ادھر جاڑے کا موسم آ پُہنچا تھا۔ لباس کافی نہ تھا۔ بہت سے سپاہی بیمار ہو گئے کچھ خراب اِنتظام کی وجہ سے مر بھی گئے۔ آہستہ آہستہ سب اِنتظام تو ٹھیک ہو گئے۔ ڈاکٹر میدان جنگ میں آ پُہنچے، بیماروں اور زخمیوں کے لئے اسپتال کھُل گئے مگر ڈاکٹروں کی کوششوں سے بھی مریضوں کی دیکھ بھال کا اچھا انتظام نہ ہو سکا۔ اصل میں کچھ ہوشیار اور تجربہ کار نرسوں کی ضرورت تھی۔ انگلستان

کی ملکہ کو اِس بات کی اطلاع ملی تو اُس نے مس نائٹ انگیل کو اِس کام کے لئے مقرر کیا۔

اِس بہادر خاتون نے اپنی زندگی جنتا کی سیوا میں بتا دینے کی پہلے ہی نیت کرلی تھی۔ اِس لئے بُہت خوشی کے ساتھ یہ خدمت منظور کرلی اور بیالیس عورتوں کو ساتھ لے کر جنگ کے میدان کی طرف چل کھڑی ہوی، اُس نے وہاں پُہنچ کر بیماروں کی خدمت شروع کردی۔ جو لوگ زیادہ بیمار تھے اور معمولی غذا نہ کھا سکتے تھے اُن کے لئے اپنے ہاتھ سے ہلکی غذا پکاتی تھی اور خود کِھلاتی تھی۔ بیماروں سے بڑی محبت سے پیش آتی۔ اور سب کا خیال رکھتی۔ زخمی اور بیمار بھی اسے ماں بہن سے زیادہ سمجھتے تھے۔ جب وہ اسپتال میں پھرتی تو بیمار بڑی عزت کی نگاہ سے اس کی طرف دیکھتے، ہر بیمار کی یہ خواہش ہوتی کہ وہ سراہنے سے نہ ہٹے۔ اُن کی نظر میں یہ رحمت کا فرشتہ تھی۔

جب مس نائٹ انگیل جنگ کے میدان میں پُہنچی،

تو بیماروں کے کپڑے بُہت گندے تھے۔ اُن کے دھونے دُھلانے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اس کی کوشش سے بیماروں کو صاف کپڑے ملنے لگے اور کپڑوں کی دُھلائی کا معقول اِنتظام ہوگیا۔ اِس نے بیماروں کی دیکھ بھال کا کام بُہت زیادہ محنّت سے کیا۔ جس کی وجہ سے اُس کی صحت خراب ہوگئی۔ اور وہ خود بیمار پڑگئی، مجبوراً اُسے انگلستان لوٹ جانا پڑا۔ لیکن اُس کا دل ہمیشہ جنگ کے بیماروں ہی میں لگا رہا۔ جوں ہی وہ اچھی ہوئی، پھر تیار ہوکر جنگ کے میدان میں پُہنچ گئی۔ جنگ ختم ہونے کے بعد جب سب زخمی اور بیمار اچھے ہو گئے تو اُس وقت اپنے وطن کو لوٹی۔

اِس بڑے کام کو انجام دے کر وہ اِنگلستان واپس جا رہی تھی تو سُلطان ٹرکی نے اس کے کام سے خوش ہوکر ایک قیمتی گہنا تحفے میں دیا۔ اپنے مُلک پُہنچی تو ملکہ نے ہیروں کا جڑاو تمغہ دیا۔ اور اُس کا شکریہ ادا کیا۔

اب مس نائٹ انگیل نے تیمار داری سکھانے کے لئے ایک اسکول کھولنا چاہا اور اس کام کے لئے چندہ جمع کرنے لگی تو تھوڑے ہی دنوں میں ساڑھے سات لاکھ روپیہ جمع ہوگیا۔ اِس چندے میں زیادہ روپیہ اُن سپاہیوں کا تھا جو لڑائی میں زخمی ہوگئے تھے اور جن کے دلوں میں نائٹ انگیل کی ہمدردی کی یاد تازہ تھی۔ اس روپیے سے ایک اسکول کھول دیا گیا جس میں عورتوں کو تیمار داری کا فن سِکھایا جاتا ہے۔ مِس نائٹ انگیل نے کئی کتابیں لکھی ہیں ان میں سب سے زیادہ مقبول کتاب "تیمار داری کے مشورے" ہے۔

مِس نائٹ انگیل کو اِس دنیا سے گئے، برسوں گزر چکے ہیں اور یہ قصّہ بُہت دُور کے مُلک کا ہے مگر دُنیا میں ہر جگہ اِس کا نام عزّت اور احترام کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ اچھا اِنسان چاہے جس زمین کا بھی ہو۔ اُس کی محبّت اور عزّت سب انسانوں کے دِل میں گھر کر جاتی ہے اور اس کی یاد دِلوں کو

تازگی بخشتی ہے۔

۱

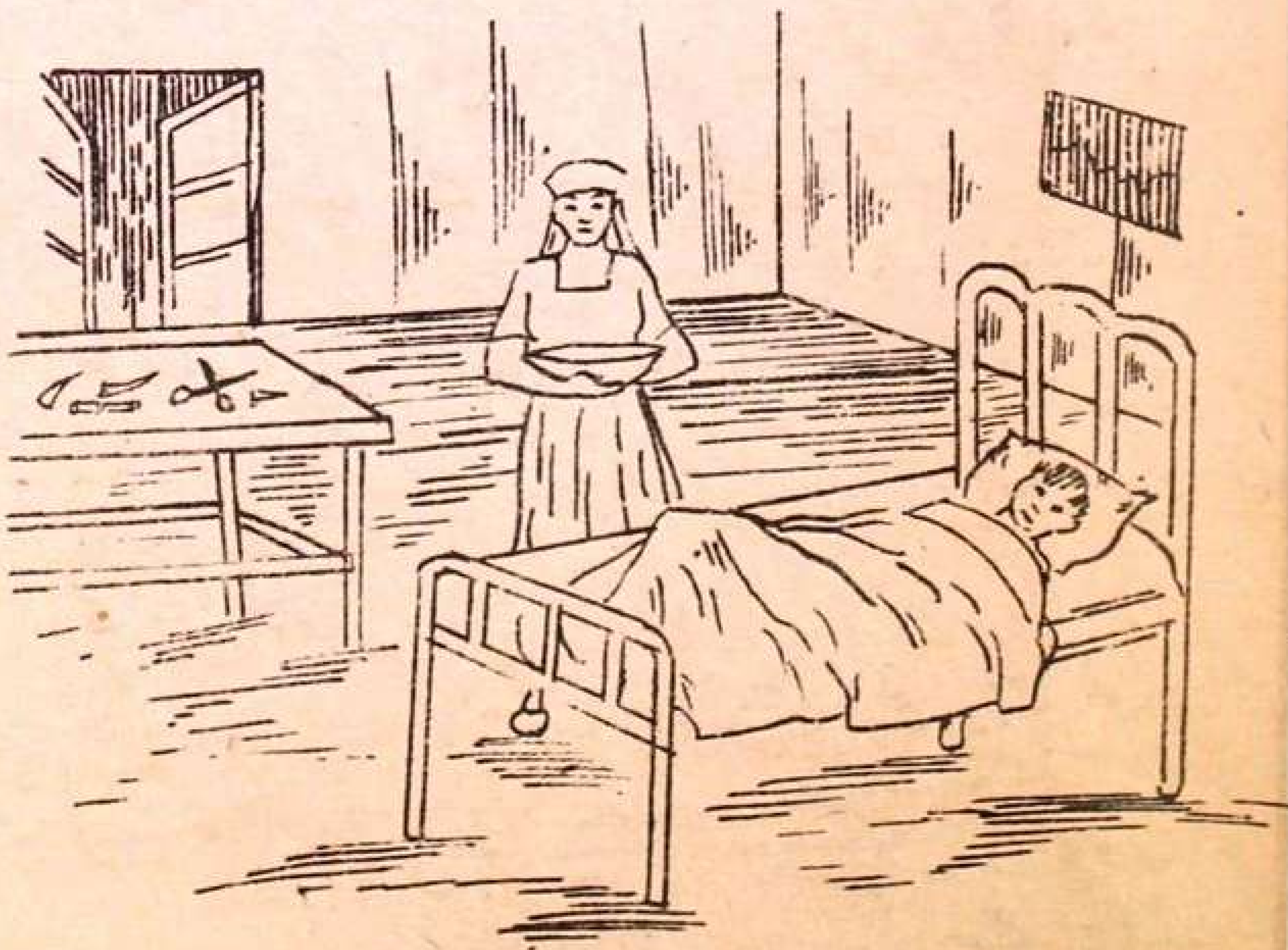
یاد رکھنے کی بات

(۱) نائٹ انگیل کا نام "شمع والی بی بی" کیوں پڑگیا؟

(۲) وہ میدان جنگ میں کیسے پہنچ گئی؟

(۳) اُس نے نرسوں کی تربیت کا اسکول کس طرح قایم کیا؟

(۴) ساری دُنیا کے لوگ اُس کی عزّت کیوں کرتے ہیں۔



۲۸- ایک پودا اور گھاس

اِتّفاقاً ایک پودا اور گھاس
باغ میں دونوں کھڑے ہیں پاس پاس
گھاس کہتی ہے کہ "اے میرے رفیق
کیا انوکھا اِس جہاں کا ہے طریق
ہے ہماری اور تمھاری ایک ذات
ایک قدرت سے ہے دونوں کی حیات
مٹی اور پانی ہوا اور روشنی
واسطے دونوں کے یکساں ہے بنی
تُجھ پہ لیکن ہے عنایت کی نظر
پھینک دیتے ہیں مُجھے جڑ کھود کر
کون دیتا ہے مجھے یاں پھیلنے
کھا لیا گھوڑے، گدھے یا بیل نے

تجھ پہ منھ ڈالے جو کوئی جانور
اُس کی لی جاتی ہے ڈنڈے سے خبر
چاہتے ہیں تجھ کو سب کرتے ہیں پیار
کچھ پتا اِس کا بتا اے دوست دار"

اُس سے پودے نے کہا یوں سر ہلا
"گھاس سب بے جا ہے یہ تیرا گلا
مجھ میں اور تجھ میں نہیں کچھ بھی تمیز
صِرف سایہ اور میوہ ہے عزیز
فایدہ اِک روز مجھ سے پائیں گے
سائے میں بیٹھیں گے اور پھل کھائیں گے"
ہے یہاں عزّت کا سہرا اُس کے سر
جس سے پہنچے نفع سب کو بیشتر

(مولوی محمد اسماعیل)

یاد رکھنے کی بات

(۱) گھاس نے پودے سے کیا شکایت کی؟

(۲) پودے نے گھاس کو کیا جواب دیا؟

قواعد

اس عبارت کو توجہ سے پڑھو۔

صلاحُ الدین آیا۔ صلاحُ الدین نے سب کو سلام کیا۔ صلاحُ الدین تھوڑی دیر بیٹھا رہا۔ پھر صلاحُ الدین چلا گیا۔

اس عبارت میں صلاحُ الدین کا نام بار بار آیا ہے۔ یہ بُرا لگتا ہے۔ ہم اپنی روزمرہ کی بات چیت میں ایسا نہیں بولتے۔ اسی بات کو ہم اس طرح بولیں گے۔

صلاحُ الدین آیا۔ اُس نے سب کو سلام کیا۔ وہ تھوڑی دیر بیٹھا رہا۔ پھر وہ چلا گیا۔

صلاح الدین ایک لڑکے کا نام ہے۔ اس لئے تو اور میں اسم ہے۔ عبارت خوشنما بنانے کے لئے ہم نے اس اسم کو جگہ "اُس" اور "وہ" کا استعمال کیا ہے۔ ایسے لفظ کو ضمیر کہتے ہیں۔ اب ضمیر کی تعریف یہ ہوی۔ جو لفظ کسی اسم کی جگہ بولا جاے۔ اُسے ضمیر کہتے ہیں۔

۲۹- دکن کی صنعتیں

کسی زمانے میں دکن اپنی صنعت اور کاری گری کے لئے بہت مشہور تھا۔ اورنگ آباد اور پٹن کا کمخواب بیدر کے بیدری برتن اور ورنگل کے قالین دُنیا کی بے بہا چیزیں سمجھی جاتی تھیں۔ لوگ اِن کو بطور سوغات دُور دُور لے جاتے تھے۔ سنہ ۱۸۵۱ء میں انگلستان میں ایک بہت بڑی نمایش ہوی۔ اِس میں دُنیا بھر کی اعلیٰ درجے کی بنی ہوی چیزیں اکٹھی کی گئی تھیں۔ سر سالار جنگ نے بھی حیدرآباد کی بنی ہوی چند چیزیں وہاں بھیجی تھیں۔ اس نمایش میں سب سے بہتر قالین، ورنگل کے رہے۔ تلنگانے کی ململ قدیم زمانے میں بہت مشہور تھی۔ مارکو پولو سیاح لکھتا ہے "ورنگل میں نہایت عمدہ قسم کی ململ تیار ہوتی ہے۔ دیکھنے میں مکڑی کے جالے

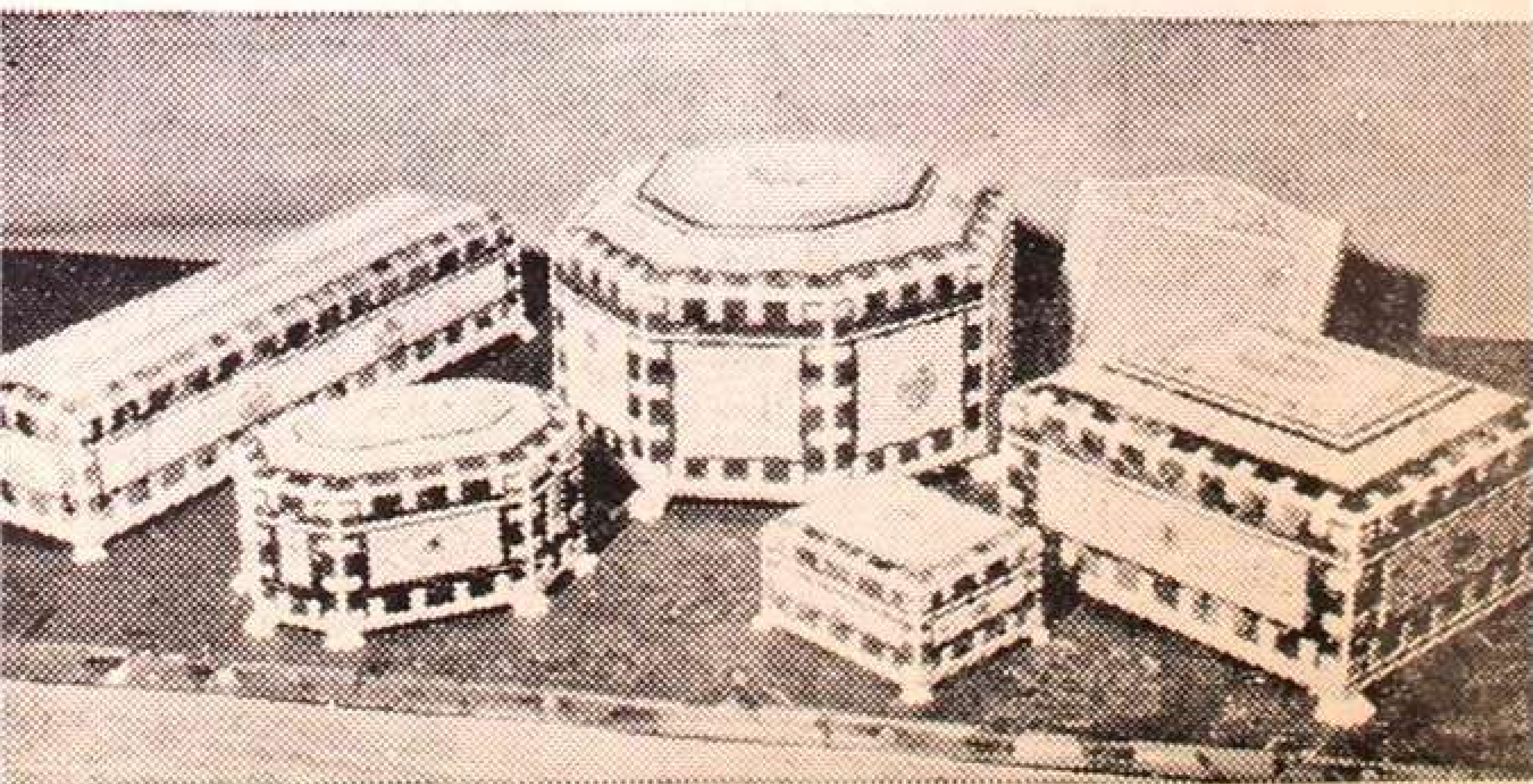
کی سی معلوم ہوتی ہے۔ دُنیا میں شاید ہی کوئی بادشاہ یا ملکہ ہو جو اِسے دیکھ کر خوش نہ ہو جائے۔"

گولکنڈہ دنیا میں ہیروں کی بہت بڑی منڈی شُمار ہوتا تھا۔ ایک زمانے میں قیمتی پتھروں کو کاٹنے اور جلا دینے کا کام حیدرآباد میں بہت اچھا ہوتا تھا۔ تمام فرانسیسی سیاحوں نے یہاں کے کاریگروں کی تعریف کی ہے۔ یہ صنعت یہاں سے غائب ہوگئی اور بھی بعض کام ہوتے تھے جو بالکل مِٹ گئے۔

دکن کی مشہور صنعتوں میں بیدری کام کے برتن مشہور ہیں۔ دیکھنے میں یہ برتن جست کے معلوم ہوتے ہیں لیکن اصل میں یہ تانبے، سیسے، ٹین اور جست کا میل ہوتا ہے۔ جس کو بڑی ہوشیاری سے تیار کرتے ہیں۔ جب یہ میل تیار ہو جاتا ہے تو اس کو مٹّی کے پکّے سانچوں میں ڈھال لیتے ہیں۔ پھر کاری گر اس میں سونے چاندی کے بیل بوٹے بٹھاتے ہیں۔ پہلے وہ اس پر تانبے کا تیزاب اور پانی پھیرتے ہیں۔ اِس سے بیدری کی سطح سلیٹ کے رنگ کی ہو جاتی

★ ★





بیدری کام

ہے۔ اب جو بیل بوٹے اِس پر بنتے ہیں تو زیادہ صاف ہو جاتے ہیں۔ نقش ایک نوک دار آلے سے کھودے جاتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی چھینیوں سے کاٹ کر طرح طرح کی شکلیں بناتے ہیں۔ بیچ بیچ میں چاندی کے پتلے پتلے ٹکڑے بھر کر اُن کو ہتوڑی سے کوٹ دیا جاتا ہے۔ اور نقش بڑی صفای کے ساتھ سطح سے مل جاتے ہیں۔ پھر اِس کو جلا دے کر چمکا دیتے ہیں۔ بیدری پاندان گُل دان، سِلفچی اُگال دان، ٹین، پیالے، تشتریاں دکن میں ہر جگہ پای جاتی ہیں اور لوگ تحفے کے طور پر باہر لے جاتے ہیں۔

پہلے یہاں کمخواب کے بڑے قیمتی قیمتی تھان تیار ہوتے تھے۔ اب صرف اورنگ آباد میں یہ کام ہوتا ہے۔ کمخواب کا تھان تین گز کا ہوتا ہے۔ اس کی قیمت عام طور پر دو تین سو روپے ہوتی ہے۔ فرمایش پر ہزار روپے تک کے تھان بھی تیار ہوتے ہیں۔ یہاں کا مشروع سوت اور ریشم کے تاروں سے

تیار کیا جاتا ہے اور عموماً عورتوں کے پاجامے کے کام آتا ہے۔ اورنگ آباد میں ہمرو بھی بنتا ہے۔ یہ بھی سوت اور ریشم ملاکر بنایا جاتا ہے۔ اِس کے بعض تھان کشمیری شال کے ٹکڑے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ شیروانیوں کے کام میں آتا ہے۔

قالینوں کے لئے ورنگل عرصے سے مشہور چلا آرہا ہے۔ قالین تین قسم کے ہوتے ہیں۔ سوتی اونی اور ریشمی۔ یہ قالین بننے والے، شطرنجیاں اور دریاں بھی بناتے ہیں۔ اونی غالیچے موٹے اور بہت نرم ہوتے ہیں۔ زیادہ قیمتی قالینوں میں اون کی جگہ ریشم استعمال کیا جاتا ہے۔ اِنگلستان کی نمایش میں اِس قسم کے ورنگلی قالین بھیجے گئے تھے۔ ان کی قیمت ڈیڑھ ہزار روپیہ فی گز لگائی گئی تھی۔

یہاں دکن میں ہاتھ سے کاغذ بھی بنتا ہے۔ سب سے بہتر کاغذ کاغذی پورے کا ہوتا ہے۔ یہ چھوٹا سا گاؤں دولت آباد کے قریب ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ اِس کاغذ کا صدیوں تک زور رہا ہے۔

لیکن اب مشینی کاغذ کی کثرت اور ارزانی سے یہاں کے بُہت سے کارخانے بیٹھ گئے ہیں۔

ہماری اس ریاست میں زندگی کی سب ضروری چیزیں تیار ہوتی ہیں۔ تلواروں کے نیام، ہتھیار، اوزار جوتے ٹسر کی ساڑیاں، کپڑے، سونے چاندی کے زیور اور برتن۔ گوٹا، کناری، عطر، تیل وغیرہ مگر مشینی مال کے مقابلے میں ان کا قایم رہنا مشکل ہی نظر آتا ہے اب ہماری قومی حکومتوں میں دستکاریوں کو ترقی دینے کا خیال پیدا ہوگیا ہے اور اس طرف خاص توجہ دی جانے لگی ہے۔ پھر بھی اگر مُلک کے لوگوں میں اِن صنعتوں کی قدر دانی کا جذبہ نہ ہو تو یہ مٹ جائیں گی۔ ایسی چیزیں پبلک کی قدر دانی ہی سے قایم رہ سکتی ہیں۔

یاد رکھنے کی بات

(۱) بیدری کام کی چیزیں کس طرح بنتی ہیں؟

(۲) کمخواب، مشروع اور ہمرو کس کام میں آتے اور کیسے
بنتے ہیں؟

(۳) قالین کتنے قسم کے ہوتے ہیں۔ ان قسموں میں فرق
کس بات کا ہوتا ہے؟

(۴) انگلستان کی نمایش میں ورنگل کی قالینوں کی قیمت کا
کیا اندازہ لگایا گیا تھا؟

(۵) دکن میں ہاتھ کے کیا کیا کام بنتے ہیں؟

قواعد

اپنے کسی سبق میں سے ایک ایسا ٹکڑا اپنی کاپی پر لکھئے
جس میں پانچ چھ ضمیریں آئی ہوں۔ ضمیر کے نیچے خط کھینچ دیجئے
تحریر نقل کرتے وقت رموز اوقاف کا خیال ضرور رکھئے۔ پھر ان
ضمیروں کو ترتیب سے نیچے لکھئے اور اُن کے مقابل میں اُن
اسموں کو لکھئے جن کی جگہ ضمیریں آئی ہیں۔

۳۰۔ اِنجن کا موجِد

ریل کے اِنجن کا مُوجِد جارج اسٹیفن سن تھا۔ جارج ۱۷۸۱ء میں اِنگلستان کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں پیدا ہوا۔ اِس کا باپ غریب آدمی تھا۔ کوئلے کی کان میں محنت مزدوری کر کے اپنے کُنبے کا پیٹ پالتا تھا۔

جب جارج زرا بڑا ہوا تو کوئلے کی کان کے ایک گھوڑے کی دیکھ بھال پر نوکر ہو گیا۔ اِس کان میں پانی کھینچنے کا اِنجن بھی لگا ہوا تھا۔ جارج کو اِس انجن سے بہت دِل چسپی تھی۔ وہ اِس کے پُرزوں کو غور سے دیکھتا رہتا۔ اس طرح اِسے انجن سے خوب واقفیت ہو گئی تو کان والوں نے اِسے انجن کی دیکھ بھال کے لئے مُقرّر کر دیا۔ اب وہ اُنیس سال کا ہو گیا تھا۔ اِسے ہفتہ میں بارہ شِلنگ

تنخواہ ملتی تھی۔ وہ اب تک اَن پڑھ تھا، اُس نے ارادہ کرلیا کہ کچھ ہو، تعلیم ضرور حاصل کروں گا۔ وہ دِن بھر اپنے انجن پر سخت محنت کرتا اور رات کو ایک مدرسے میں جاکر لکھنا پڑھنا سیکھتا۔

کچھ عرصے بعد جارج نے ایک اور کان میں ملازمت کرلی۔ اِس کان میں بھی پانی نکالنے کا ایک اِنجن لگا ہوا تھا۔ لیکن وہ اتنا ناکارہ تھا کہ برس بھر چلتا رہتا پھر بھی کان میں پانی بھرا رہتا۔ جارج نے مالکوں سے انجن ٹھیک کرنے کی اجازت چاہی۔ وہ اِس نوجوان کی طرف دیکھ کر ہنسنے لگے اور کہا کہ بڑے بڑے انجینئر تو اِسے ٹھیک نہ کرسکے، بھلا تم کیا کرسکو گے؟ آخر اسٹیفن سن کے اِصرار پر اُنھوں نے اِجازت دے دی۔ اِس نے اِنجن دُرست کرکے چلایا تو دو ہی دن میں اِس انجن نے کان کا سارا پانی باہر نکال پھینکا۔ مالک، جارج اِسٹیفن سن سے بہُت خوش ہوے۔ اور ڈیڑھ ہزار سالانہ تنخواہ مُقرّر کردی۔

اب جارج کو اور ہی دُھن سوار ہوئی۔ وہ دیکھتا تھا کہ کان میں ہر طرف پٹریاں بچھی ہیں اُن پر کوئلے کے ٹھیلے، گھوڑے کھینچتے ہیں اور کان کے مُنہ تک لاتے ہیں۔ اُس نے سوچا کہ اِن ٹھیلوں کو کھینچنے کے لئے۔ ایک بھاپ کا انجن کیوں نہ بنایا جائے۔ آخر اُس نے ایسا ایک انجن بنا لیا۔ یہ انجن بہُت مفید ثابت ہوا اور پھر اس کام کے لئے گھوڑوں کی ضرُورت باقی نہ رہی۔ اِس کے بعد جارج نے بہُت سے انجن تیار کئے جن میں ایک سے ایک بہتر تھا۔

اب جارج نے ایک مال دار آدمی کی مدد سے اسٹاکٹن سے ڈارلنگٹن تک پٹری بچھا کر ریل چلانے کا منصوبہ بنایا۔ اُس نے کوئلے کی کان کی ملازمت چھوڑ دی اور اِس کام میں لگ گیا۔ ۱۸۲۵ء میں پہلی بار ریل چلانے کا تجربہ شروع ہوا۔ یہ تماشا دیکھنے کو ہزاروں آدمی جمع ہو گئے، اکثر لوگ سمجھتے تھے کہ جارج خبطی ہے۔ گاڑی تو کیا چلے گی، ذرا گھڑی دو گھڑی دل لگی رہے گی۔ مگر گاڑی کو جارج

کا انجن پندرہ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے لے چلا۔
اِس گاڑی میں چھ ڈبّے تھے اور اُن میں نوّے
ٹن کوئلے اور آٹے کا بوجھ تھا۔ جب لوگوں نے
اپنی آنکھوں سے یہ کرشمہ دیکھا تو خوشی کے نعرے
لگائے اور جارج کی ہر جگہ تعریف ہونے لگی۔

اِس کامیابی کے بعد جارج کو لیور پول سے مانچسٹر
تک ریل بنانے کا کام دے دیا گیا۔ اِس کام
کے لئے سب سے پہلے پارلیمنٹ کی منظوری ضروری
تھی۔ وہاں یہ معاملہ پیش ہوا تو بعض بڑے بڑے
لایق لوگوں نے بھی اِس کی مخالفت کی۔ کسی نے
کہا اِنجن پھٹ جایا کریں گے اور مُسافروں کے
چیتھڑے اُڑ جائیں گے۔ کوی کہتا تھا گاڑی جس
عِلاقے سے گزرے گی اُسے آگ لگاتی چلی جائے
گی۔ کوی کہتا، اس کے دھوئیں سے سب مویشی
اور پالتو جانور مر جائیں گے۔ جو پرندہ اس پر سے اُڑ کر
جائے گا زندہ نہ بچے گا۔ غرض جتنے مُنہ اُتنی باتیں۔
آخر کار پارلیمنٹ نے منظوری دے ہی دی۔ ہوتے ہوتے

سارے انگلستان میں ریل کا جال پھیل گیا۔

پچھلے سوا سو سال سے جارج اسٹیفن سن کی اس عظیم الشان ایجاد نے جو ترقی کی ہے۔ وہ اب ہم سب کی نظروں کے سامنے ہے۔ آج دُنیا کا کوئی مُلک ایسا نہیں جہاں ریل نہ ہو۔ ہر جگہ ساٹھ ساٹھ ستر ستر میل فی گھنٹے کی رفتار سے ریلیں دوڑ رہی ہیں۔ کوئی پسنجر ہے تو کوئی لوکل ہے، کوئی اکسپریس ہے کوئی میل ہے اور کوئی طوفان میل۔

یاد رکھنے کی بات

(۱) انجن ایجاد کرنے سے پہلے جارج اسٹیفن سن کیا کرتا تھا؟

(۲) اُسے انجن بنانے کا خیال کیوں پیدا ہوا؟

(۳) لوگ جارج اسٹیفن سن کو خبطی کیوں سمجھتے تھے؟

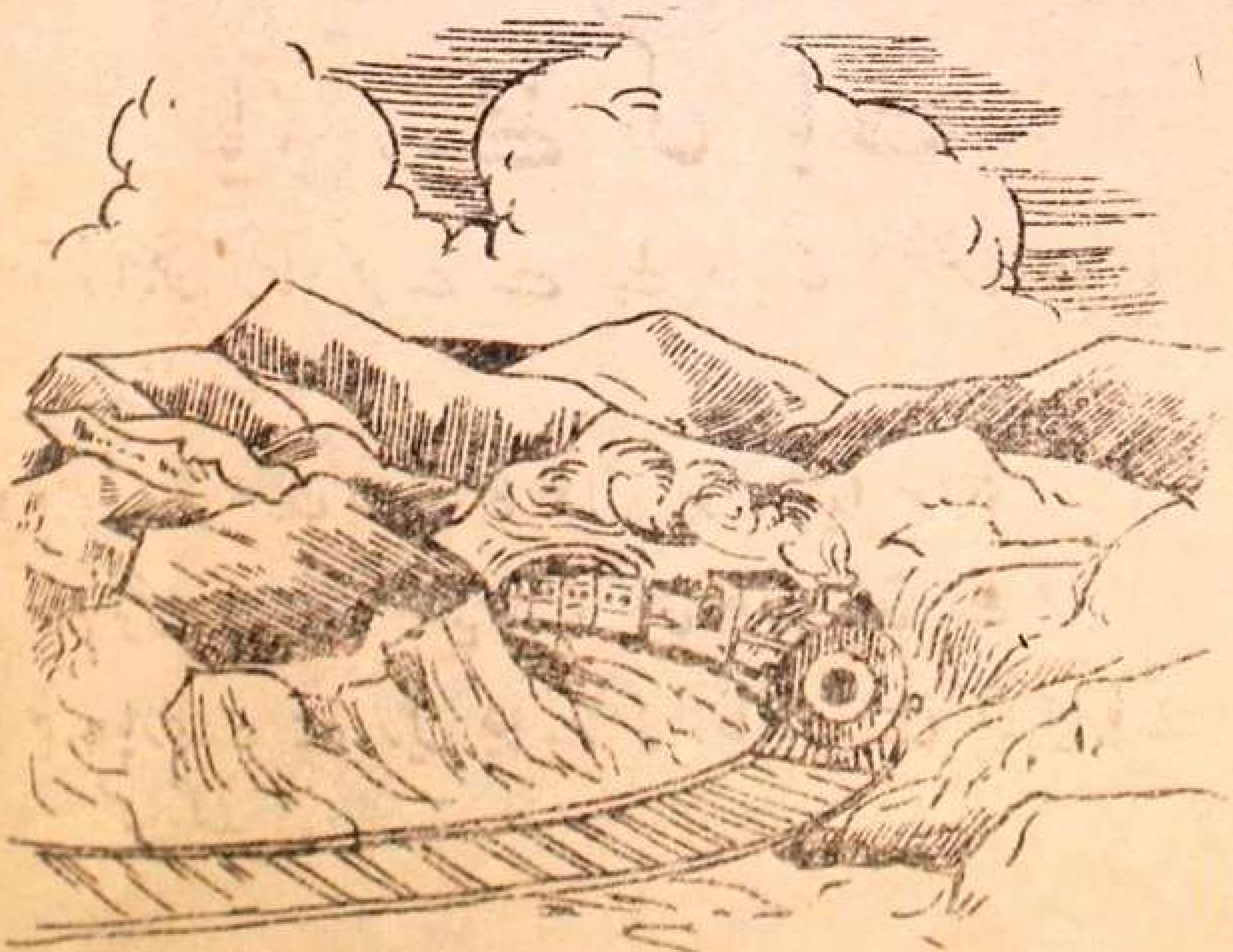
(۴) پارلیمنٹ میں ریل چلانے کی مخالفت میں کیا کیا باتیں کہی گئیں؟

لکھنے کی مشق

ایک چھوٹے سے مضمون میں یہ بتائیے کہ ریل سے ہمیں کیا کیا فایدے پہنچ رہے ہیں۔

قواعد

اس سبق کے پہلے پیراگراف میں سے اسم، فعل حرف اور ضمیر چُن کر الگ الگ لکھئے۔



۳۱ - ریل کا سفر

عجب شان سے آج جاتی ہے ریل
ہوا کو بھی پیچھے ہٹاتی ہے ریل
خوشی سے وہ سیٹی بجاتی ہوئی
دُھواں مُنہ سے بھک بھک اُڑاتی ہوئی
اندھیرا پہاڑوں کے اندر کہیں
چڑھائی کہیں اور چکّر کہیں
قدم سُست و آہستہ دھرنا کہیں
پہاڑوں پہ چڑھ کر اُترنا کہیں
مقام ایسے دو چار پائے گئے
جہاں دو دو انجن لگائے گئے
بلندی پہ جس وقت آتی ہے ریل
سماں دُور تک کا دکھاتی ہے ریل

پہاڑوں کے اندر ہے رستہ جہاں
وہاں دن کو روشن ہوئیں بتیاں
اسی طرح چڑھتی اُترتی ہوئی
چلی مرحلے قطع کرتی ہوئی
جو رستے میں تھے چھوٹے چھوٹے مقام
کسی جا نہ اُس نے کیا کچھ قیام
جو سگنل نظر آگیا ایک بار
لگی سیٹیاں دینے بے اختیار
غرض اب وہ اسٹیشن آیا نظر
کہ تھا جس کی خاطر یہ سارا سفر

(بے نظیر شاہ)

یاد رکھنے کی بات

(۱) ریل کیا کیا کرتی ہوئی چلتی ہے؟

(۲) دو دو انجن کیسے مقام پر لگاتے ہیں؟

(۳) یہ ریل چھوٹے اسٹیشنوں پر کیوں نہیں رُکی؟

۳۲۔ مُرغے کی ایک ٹانگ

(ڈراما)

چالیس پچاس سال پہلے مُسافر اور تاجر اکثر سرائے میں ٹھہرتے تھے۔ ہوٹلوں کا رواج ہندستان کے بڑے شہروں میں بھی کم تھا وہاں کھانے اور رہنے کا اِنتظام بھٹیارن کرتی تھی۔ کھانے کا یہ طریقہ تھا کہ مسافر جس چیز کی فرمائش کرتا وہ تیار کردی جاتی اس کی جتنی لاگت آتی وہ مُسافر دیتا۔ اور جو کچھ پکتا وہ سب کا سب لاکر مُسافر کے سامنے رکھ دیا جاتا۔ یہ ڈراما اُسی زمانے کا ہے۔ اور شمالی ہند کے ایک قصبے کا ہے۔

(۱)

ڈاکیا۔ لو بی بھٹیارن، تُمھارے نام کا خط آیا ہے

ہمارا عید کا انعام بھی دِلواوگی، یا اب کی یوں ہی ٹرخاوگی۔

بھٹیارن۔ بھیّا، اب کی تو بڑا مندا ہے۔ روپیہ دھیلی جُڑنا تو رہا ایک طرف اور گرہ سے جا رہا ہے۔ نہ جانے کیا بات ہے، اب کی مُسافر بہت کم آ رہا ہے (دوپٹّے کے پلّو سے چونّی کھول کر دیتے ہوئے) ہمیں تو اپنی اچھے بُرے بُھگتنا ہی ہے لو، تُمھارا حق کیوں مارا جائے۔

ڈاکیا۔ (چونّی مُسکراتے ہوئے لے کر چلتے ہوئے) سلام۔

بھٹیارن۔ ارے بھیّا، تم نے خط تو پڑھ کر سُنایا نہیں۔ ذرا بیٹے خط تو پڑھ دو، کیا لکھا ہے اس میں۔

ڈاکیا۔ (معذرت کے لہجے میں) آج مجھے بہُت سی ڈاک بانٹنی ہے۔ کل چھُٹی تھی۔ دو دن کی ڈاک جمع ہوگئی ہے (سامنے کی طرف

اِشارہ کرتے ہوئے) لو، وہ تمہارا چُھٹّن آگیا۔ وہ پڑھ دے گا۔ (ڈاکیا چلا جاتا ہے)

بھٹیارن۔ (پیچھے مُڑکر) بیٹے چُھٹّن جلدی آؤ۔ زرا پڑھو تو یہ کس کا خط ہے۔

چھٹّن۔ (خط خاموشی سے پڑھ کر) وہ تیورس سال جو مُسافر آئے تھے نا۔ انعام دار خاں جاگیردار، محبوب نگر والے، وہی آرہے ہیں، تین چار دِن کے اندر پُہنچ جائیں گے۔ اُن کے ساتھ ایک صاحب اور بھی آئیں گے۔

بھٹیارن۔ (خوش ہوکر) بڑے بھاگوان گاہک ہیں۔ اب ہماری قسمت کُھلی ہے۔

چُھٹّن۔ امّاں! اب کی میں اِن کے ساتھ ساتھ رہوں گا۔ دیکھو کیسے چکمے دیتا ہوں۔

بھٹیارن۔ ہاں، بڑا تو بڑا گدھا ہے۔ اُس بار اُن سے کُچھ بھی نہ اینٹھ سکا۔ بھٹیاروں کے بچّے ایسے گھتلے ہوں تو بس دھندا کر چکے۔

اب کی بے شک تُو ساتھ لگا رہیو۔

(۲)

(مسافر، انعام دار خاں اور اُن کے ساتھی سرائے پُہنچتے ہیں۔ بھٹیارن دوڑ کر گھر سے باہر آتی ہے اور سلام کرتی ہے۔ چُھٹّن اور بھٹیارن سامان اُٹھا کر برآمدے میں رکھتے ہیں)

مُسافر۔ اچھّی تو ہو، بی بھٹیارن؟

بھٹیارن۔ زندہ ہیں حضور۔ دُعا کرتے ہیں۔

مُسافر۔ (مُسافر اور اُس کا ساتھی کھرّی چارپائی پر بیٹھ جاتے ہیں۔ بی بھٹیارن اِن سے کچھ بات کرنا چاہتی ہے۔ مُسافر بات کاٹ کر) بُہت بھوک لگی ہے بی بھٹیارن۔ باتیں پھر ہوتی رہیں گی۔ اِس وقت جلدی سے کھانا تیار کراو۔

بھٹیارن۔ حضور اِس وقت جو دال دلیا تیار ہے حاضر کرتی ہوں، توا گرم ہے، آٹا گُندھا ہے، ابھی روٹی پک جائے گی۔ حُکم ہو تو کل مُرغ تیار کروں۔ آج کل موسم بھی اچھا ہے۔

(مسافر خاموش رہتا ہے۔ اتنے میں پانچ چھ چھوٹے بڑے لڑکے آجاتے ہیں اور جُھک کر سلام کرتے ہیں)

مُسافر۔ یہ کون ہیں؟

بھٹیارن۔ یہ دونوں تو حضور کے غلام ہیں باقی پانچ میری بہن کے بچے ہیں۔ اُس نے پار سال اس دُنیا سے مُنہ موڑ لیا۔ بڑی نیک بخت بیٹی تھی۔ اب ان کا میرے سوا کوئی نہیں ہے۔ موئی مٹی کی نشانی ہیں۔ اپنی اولاد سے زیادہ ان کا خیال رکھتی ہوں، سرکار۔

مُسافر۔ ہاں بھئی وہ آدمی ہی کیا جس میں انسانیت نہ ہو۔ (بھٹیارن بہت باتونی ہے، کچھ کہنا چاہتی ہے کہ مُسافر انجان بن کر کہتا ہے) ہم بہت تھکے ہوئے ہیں۔ بستر کرادو۔ کھانا کھا کر سو رہیں گے۔ کل صُبح صرف چائے پیئں گے، البتہ دوپہر کو کھانا کھائیں گے۔

بھٹیارن۔ (چھُٹّن سے) چل جلدی سے دستر خوان لگا، میں حضور کو پنکھا جھل کر کھانا کھلاتی ہوں تو اتنی دیر میں بستر کر دی جو۔ کل صُبح ہی ایک اچھا سا مُرغ دیکھ کر لانا۔ دو چار آنے زیادہ لگ جائیں تو کوی پروا نہیں چیز اچھی سجل ہو۔ (مُسافر زرا کسماتا ہے۔ بھٹیارن اور چھُٹّن چلے جاتے ہیں۔)

(۳)

دوسرا دن

بھٹیارن کے گھر میں، سامنے چھپری ہے۔ چھپری سے ملی ہوی دو تین کوٹھریاں۔ بیچ والی کوٹھری سے راستہ پیچھے صحن میں جاتا ہے، اسی طرف باورچی خانہ وغیرہ ہے، بھٹیارن اور اُس کے سب آدمی اُسی طرف رہتے ہیں۔ چھپری میں چٹای بچھی ہے۔ اس

پر دسترخوان اور کھانا چُنا جا رہا ہے۔

مُسافر۔ (ہاتھ دھونے کے لیئے اُٹھتے ہوئے) ہم دو آدمیوں کے لیئے اتنا بُہت کھانا۔

بھٹیارن۔ نہیں سرکار، کچھ ایسا زیادہ تو نہیں ہے۔ بس ایک مُرغ بھون دیا ہے۔ اِس میں مرچ مسالہ کچھ نہیں ڈالا۔ ذایقے کے لیئے تھوڑی سی ہری مرچیں ڈال دی ہیں۔ پیاز تو آپ جانو ہر چیز میں پڑتی ہے۔ البتہ تکّے سیر سے سوا سیر گھی پڑا ہے حضور، یہ پراٹھے اور خُشکہ سیر سیر بھر کے ہیں۔ کُچھ شامی کباب بنا لیئے ہیں۔ یہ صرف آدھے سیر کے ہیں۔ قورمہ تو دسترخوان پر ہونا ہی چاہیئے۔ اِس کی بھی ایک تین پاؤ کی ہنڈیا تیار کر لی۔ اور دال ساگ کی، دو ایک ہانڈیاں ہیں۔ بس اللہ اللہ خیر سلا۔ پر سب میں حضور خالص گھی پڑا ہے۔ میٹھے کے بغیر تو آپ کا جی مانتا نہیں۔ شاہی ٹکڑے اور فِرنی بنا لی

ہے۔

مُسافِر۔ (ساتھی سے آہستہ سے) نہ جانے یہ تقریر کب ختم ہو، چلو کھانا شروع کریں۔ (دونوں دسترخوان پر آ بیٹھتے ہیں)

بھٹیارن۔ بس اک زرا رُک جائے حضور، مُرغ گرم ہو کر آ رہا ہے۔ لیجئے وہ آیا (بھٹیارن پنکھا لے کر جھلنے لگتی ہے)

مُسافِر۔ (کھانا شروع کرتے ہوئے) بِسْمِ اللہ۔

بھٹیارن۔ (پُکار کر) ارے بیٹے بِسْمِ اللہ، مُسافِر صاحب تُجھے یاد کر رہے ہیں۔ چل جلدی سے ہاتھ دھو کر آ۔

(ایک لڑکا خالی پلیٹ لے کر آجاتا ہے اور دسترخوان پر بیٹھ جاتا ہے)

ساتھی۔ (چڑ کر) استغفِرُاللہ۔

بھٹیارن۔ ارے بیٹے استغفُرُاللہ مسافر تُجھے بھی یاد کر رہے ہیں۔ جلدی سے بھاگ کر آ۔

(ایک لڑکا اور آجاتا ہے)

مُسافِر۔ (طنز سے) سُبحانَ اللہ۔

بھٹیارن۔ ارے سُبحانَ اللہ، تو بھی آجا۔ مُسافِر صاحب تجھے بھی بلا رہے ہیں۔

(ایک لڑکا اور آجاتا ہے)

ساتھی۔ (مُسافِر سے مخاطب ہو کر) نعوذُ باللہ، کیا لوگ ہیں۔

بھٹیارن۔ (چلّا کر) بیٹے نعوذُ بِاللہ، مسافر صاحب پوچھتے ہیں اور کئے لوگ رہ گئے ہیں۔ اُن سب کو لے کر آجاو۔ (باقی تین چار لڑکے بھی آجاتے ہیں)

بھٹیارن۔ (پنکھا جھلتی جاتی ہے اور کہتی جاتی ہے) دیکھو اللہ کے ایسے بندے بھی ہیں جب تک سب نہ آجائیں حلق سے نوالہ نہیں اُترتا۔ دونوں صاحب، بال بچّوں والے معلوم ہوتے ہیں، بچّوں کی قدر تو، صاحبِ اولاد ہی جانتے ہیں۔

مُسافِر۔ (مُرغے کی ایک ران اُٹھا کر اپنے ساتھی

سے) ملاحظہ فرمائیے۔

ساتھی۔ آپ کھائیے۔ آپ،

مسافر۔ آپ یہ لیجئے (ساتھی کی پلیٹ میں ڈال کر) میں دوسری لے لوں گا۔

ساتھی۔ (چمچہ سے دیکھتے ہوئے) دوسری کا تو کچھ پتہ چلتا نہیں۔

چھٹن۔ سرکار اس مرغے کی ایک ہی ٹانگ تھی۔

مسافر۔ کیوں دوسری کیا ٹوٹ گئی تھی؟

چھٹن۔ نہیں سرکار۔ ایک ہی ٹانگ والا مرغا تھا۔

مسافر۔ ابے کہیں ایک ٹانگ کا مرغا بھی ہوتا ہے۔

چھٹن۔ ہوتا کیوں نہیں حضور، آپ کی طرف شاید نہ ہوتا ہو۔ یہاں تو بہتیرے ہیں۔ میں کسی وقت حضور کو دکھا دوں گا۔

(مسافر اور ساتھی آہستہ آہستہ ایک دوسرے کے کان میں کچھ کہتے ہیں)

ساتھی۔ (قریب کے لڑکوں سے) بے تمیز، ننگے سر

کھانا کھاتے ہو، (آہستہ سے چپت لگاتے
ہوئے) چلو، اُٹھو،

چُھٹّن۔ حضور بھول ہوی۔ والد ٹھیک کہا کرتے تھے
ننگے سر کھانا کھانے سے کوی چپت لگاتا
ہے۔ (مُسافر اور ساتھی ہنس پڑتے ہیں)

بھٹیارن۔ ارے، تُم بڑے خوش قسمت ہو۔ تمھارے
ابا بھی اسی طرح مار مار کر کھلاتے تھے۔
ایسے ہمدرد کہاں ملتے ہیں۔ (رونی آواز
ہیں) آہ، اِس وقت مجھے اُن کی یاد آگئی۔

---

(۴)

تیسرا دِن

مُسافر۔ (ساتھی سے) بھئی کام سب ہو چکے ہیں
اب چلنا چاہئے۔ ورنہ یہ بھٹیارن تو تن
کے کپڑے بھی اُتروا لے گی۔

(چھٹن دروازے کے پیچھے کھڑا سُن رہا ہے)

ساتھی۔ ٹھیک ہے۔ میں رات یہاں کے خاص لڈو اور پیڑے لے آیا ہوں، وہ ٹوکری میں رکھے ہیں اور خالص شہد آپا نے دوا کے لئے منگوایا تھا، اطمینان کا بس اتنا ہی ہلا۔ (ایک چھوٹی بوتل دکھاتے ہوئے) یہ دونوں چیزیں حفاظت سے لے چلنا ہے کہیں ان اُچکوں کے ہتھے نہ چڑھ جائیں۔

مُسافر۔ تم اطمینان رکھو اب میں اِن کے ہتھکنڈوں میں آنے والا نہیں۔ بس تم اڈّے جاکر تانگا طے کر رکھو۔ میں سامان لوا لاتا ہوں۔

ساتھی۔ بہت اچھا۔ (چلا جاتا ہے)

مُسافر۔ (بلند آواز سے) بی بھٹیارن۔ زرا جلدی آنا ہمارا وقت ہو رہا ہے۔ اپنا حساب کر لو۔ (بھٹیارن کی طرف ہاتھ بڑھا کر) یہ تیس کھانے کے تین کرائے کے اور دو تمھارے انعام کے۔ ٹھیک ہے نا۔

بھٹیارن۔ (جھک کر سلام کرتے ہوئے دام لے کر) حضور اللہ آباد رکھے، جو آپ عنایت کریں وہ ہمارے لئے دولت ہے۔

چھٹن۔ (بڑھ کر بھٹیارن سے) اماں انعام میں آدھا حصہ میرا ہے۔

بھٹیارن۔ چل ہٹ موئے۔ مجھ غریب کا حق چھیننے آیا ہے۔ تو نے ٹہل کی ہے اور ساتھ ساتھ رہا ہے تو مانگ اپنے میاں سے۔ مجھے کیوں تنگ کرتا ہے۔

مسافر۔ (چھٹن سے) اچھا چل اڈے پر، انعام تجھے بھی مل جائے گا۔ بستر لڈن کے سر پر رکھ اور یہ سانپوں کا ٹوکرا اور زہر کی بوتل تو حفاظت سے لے چل۔

چھٹن۔ (ڈر کر) حضور ڈر لگتا ہے۔

مسافر۔ ڈرو مت! میں نے سانپ اچھی طرح بند کر دیے ہیں۔

چھٹن۔ (سر پر ٹوکرا۔ ہاتھ میں بوتل) حضور میں بڑا

والے راستے سے چلتا ہوں (چلا جاتا ہے)

بھٹیارن۔ سرکار اب کی زیادہ نہیں ٹھیرے۔ شاید کوئی ضروری کام ہوگا۔ سرائے تو کبوتروں کی کابک ہے۔ روز ایک آتا ایک جاتا ہے۔ مگر سرکار کے جانے کے بعد گھر میں اُداسی چھا جاتی ہے اور ہفتوں حضور ہی کا ذکر رہتا ہے۔ خُدا جھوٹ نہ بلوائے ہم تو رات دن گود پھیلا پھیلا کر دُعا کرتے ہیں۔ الٰہی ان کے اور رُتبے بڑھیں۔ آس اولاد سے نہال رہیں۔ ان کی ڈیوڑھی پر ہاتھی جھومیں۔ ان کا سایہ ہم غریبوں ....

مُسافر۔ (بات کاٹ کر) اچھا، بی بھٹیارن، وقت زیادہ آگیا ہے۔ میں چلتا ہوں۔

بھٹیارن۔ (سلام کرکے) حضور کا اللہ بیلی۔ دُعائیں ......

(مُسافر چلا جاتا ہے)

---

(۵)

(سرائے سے تھوڑی دُور)

چُھٹّن۔ (اپنے بھائی لڈّن سے) بستر یہاں رکھ دے اور یہ مٹھائی پچھلے راستے سے گھر پُہنچا آ۔ میں خالی ٹوکرا مُسافر کے حوالے کر دوں گا۔

لڈّن۔ ٹوکرا ہلکا ہوگا تو مُسافر تاڑ جائے گا۔

چُھٹّن۔ میں نے سب کچُھ سوچ لیا ہے۔ تو جلدی سے رکھ کر دوڑتا ہوا واپس آ۔ (لڈّن مٹھائی لے کر بھاگتا ہے۔)

لڈّن۔ (ہانپتا ہوا) دیکھو بھیّا! کتنے جلدی لوٹ آیا۔ لاؤ بستر میرے سر پہ رکھ دو، اب چلے چلیں۔ مُسافر نہ آجائے۔

مُسافر۔ ارے، تُم ابھی تک یہیں ہو۔

چُھٹّن۔ حضُور ذرا دم لینے رُک گئے تھے۔ پھر آپ کا اِنتظار بھی تھا، وہ دیکھئے گھوڑے

پر ایک ٹانگ کا مُرغا۔

مُسافر۔ (مُرغے کی طرف بڑھ کر) ہُش۔

(مُرغا دونوں ٹانگوں سے بھاگنے لگتا ہے۔)

چھُٹّن۔ سرکار! یہ یہاں کے مُرغوں کی خاصیّت ہے اگر دسترخوان پر بھی آپ اسی طرح "ہُش" کرتے تو دوُسری ٹانگ نکل آتی وہ اصل میں ایک ہی ٹانگ والا مُرغا تھا۔

مُسافر۔ (کچھ غصّہ بھی آتا ہے کچھ ہنسی بھی۔ تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے) اچھّا جلدی سے اڈّے پر آؤ۔

چھُٹّن۔ (تھوڑی دوُر چلنے کے بعد) حضوُر، جلدی آئیے، جلدی آئیے۔ سانپ بل میں بھاگ گئے۔

مُسافر۔ (مُڑ کر) یہ کیا ہوا؟

چھُٹّن۔ (مُنہ بنا کر) بڑے زور کی ٹھوکر لگی حضوُر، میں اس دیمک کے ٹھال پر گر پڑا۔ ٹوکرے

کے سانپ بِل میں گھُس گئے۔

مُسافِر۔ ارے بے ایمان، مکّار، دغا باز۔ اِس میں تو مِٹھائی تھی۔ میں نے تیرے ڈرانے کے لئے کہا تھا کہ سانپ ہیں۔ بتا کیا ہوئی مِٹھائی؟

چھُٹّن۔ (اپنے سینے پر ہاتھ مار کر) حضُور میں بے ایمان۔ حضُور میں چور۔ مجھ غریب پر اِتنا بڑا الزام۔ اب جینا بے حیائی ہے۔ اِس زندگی سے موت بھلی ہے۔ ابھی یہ زہر پی کر مرا جاتا ہوں (ہاتھ والی شہد کی بوتل کھول کر مُنہ سے لگاتا ہے)

مُسافِر۔ (چھیننے کے لئے لپکتا ہے) ارے کم بخت یہ تو شہد ہے شہد۔ ارے یہ دوا کے لئے ہے۔ اِسے تو چھوڑ دے۔

چھُٹّن۔ حضُور آپ کے بہکاوے میں نہ آوں گا۔ یہ زہر ضرُور پیوں گا۔ لعنت ہے ایسی زندگی پر۔ (غٹ غٹ پینے لگتا ہے)

پردہ

عملی کام

اپنے ماسٹر صاحب کے مشورے سے یہ ڈراما کھیلئے
بہُت دل چسپ رہے گا۔



۳۳۔ اچھّا زمانہ

تنے گا مسرّت کا اب شامیانہ
بجے گا مُحبّت کا نقّار خانہ
حمایت کا گائیں گے مِل کر ترانہ
کرو صبر آتا ہے اچھّا زمانہ

لڑائی کو اِنسان سمجھیں گے ڈاین
تفاخُر یہ ہوگی نہ قوموں میں ان بن
مشیخت کی خاطِر اُڑے گی نہ گردن
کرو صبر، آتا ہے اچھّا زمانہ

عقیدوں کی مِٹ جائے گی سب رِقابت
مذاہب کو ہوگی تعصُّب سے فُرصت

مگر اُن کی بڑھ جائے گی اور طاقت
کرو صبر، آتا ہے اچھا زمانہ

کریں سب مدد ایک کی ایک مل کر
یہی بات واجب ہے ہر مرد و زن پر
لگے ہاتھ سب کا تو اُٹھ جائے چھپّر
کرو صبر، آتا ہے اچھا زمانہ

(مولوی اسماعیل)

یاد رکھنے کی بات

(۱) اچھّے زمانے میں انسان لڑائی کو کیا سمجھیں گے؟

(۲) اُس زمانے میں مذہبوں کی کیا حالت ہوگی؟

(۳) اچھے زمانے میں اور کیا کیا ہوگا؟

(۴) آخری بند کی نثر بناؤ۔

۳۴- شیر اور خرگوش

مولانا رُوم کی دو کہانیاں تُم پڑھ چُکے ہو۔ یہ تیسری مزے دار کہانی ہے۔ مولانا روم بہُت بڑے صوفی بزرگ تھے۔ اُن کا پُورا نام محمّد جلالُ الدّین ہے۔ وہ رُوم کے رہنے والے تھے۔ اپنے وقت کے بڑے عالموں میں اُن کا شُمار تھا۔ وہ طالب علموں کو فلسفے کی بڑی بڑی کتابیں پڑھاتے تھے۔

مشہُور روایت ہے کہ ایک دن مولانا ایک حوض کے کنارے بیٹھے ہوے تھے سامنے کتابیں رکھی ہوی تھیں، ایک دَرویش اُدھر آ نکلے۔ اُنھوں نے مولانا روم سے پُوچھا، یہ کیسی کتابیں ہیں۔ مولانا نے کہا "دُرویش بابا، یہ قِیل قال کی باتیں ہیں تُمھاری سمجھ میں نہیں آئیں گی۔" دُرویش نے کتابیں اُٹھا کر حوض میں ڈال دیں۔ مولانا بہُت گھبرائے "کہا "اے

درویش تُم نے یہ کیا غضب کیا۔ اب وہ کتابیں کہاں میسّر آئیں گی ؟ درویش نے حوض میں ہاتھ ڈال کر سب کتابیں نکال دیں۔ کتابیں جوں کی توں سوکھی تھیں۔ مولانا کو بہت تعجب ہوا، پوچھا۔ یہ کیا بات ہے ؟ درویش نے کہا" یہ وجد حال کی باتیں ہیں۔ تُمھاری سمجھ میں نہیں آئیں گی" یہ درویش مشہور بزرگ حضرت شمس تبریزی رح تھے۔

مولانا پر ان کا اتنا اثر ہوا کہ پڑھنا پڑھانا چھوڑ کر رات دن حضرت شمس تبریزی کی خدمت میں رہنے لگے۔ اس پر کچھ لوگوں نے جل کر تبریزی کو شہید کردیا اب تو پیر کی جُدائی میں مولانا کی کیفیت کچھ اور ہی ہوگئی۔ اسی بے خودی کے عالم میں انھوں نے شعروں میں ایک کتاب تیار کی جس کے چھ دفتر ہیں۔ یہ فارسی زبان میں ہے اور "مثنوی مولانا روم" کہلاتی ہے۔ یہ دنیا کی مشہور کتابوں میں سے ہے۔ اس میں مولانا نے قصّے کہانیوں سے مثال دے کر روحانی نکتے سمجھائے ہیں۔ یہ کہانی اور

پہلی دو کہانیاں، سب اسی مثنوی میں کی ہیں۔

کہانی

ایک ہرے بھرے رمنے میں بہت سے جنگلی جانور رہتے تھے۔ ایک شیر نے بچاروں کو تاکا۔ وہ روزانہ دو چار گھایل، ایک دو چٹ کر جاتا۔ سب نے مِل کر سوچا، اگر یہی حالت رہی تو زندگی اجیرن ہو جائے گی۔ بہتر ہے کہ شیر سے معاملہ کرلیں۔ فوراً ایک وفد بنا اور شیر کے پاس پُہنچے۔ وفد نے ادب سے کہا "حضور کو جنگل میں تشریف لانے کی زحمت ہوتی ہے آپ اگر منظور فرمائیں تو ہم روز حضور کے لئے ایک شکار مُقرّرہ وقت پر بھیج دیا کریں۔

شیر بادشاہ نے کہا "اِس سے بہتر اور کیا بات ہو سکتی ہے۔ مگر مجھے بہت تلخ تجربے ہو چکے ہیں۔ اِس لئے تُمھاری بات کا اِعتبار نہیں آتا۔" اُنھوں نے کہا "حضور وہ اور ہوں گے جو

بات کہہ کر مُکر جاتے ہیں۔ آپ ہمارا بھی تجربہ کریجیئے۔ ہم وہ ہیں کہ جان جائے مگر آن نہ جائے۔" شیر نے اپنی مہربانی سے اُن کی بات مان لی۔ اور کہا۔" دیکھو! اس کے خِلاف ہوا تو پھر مجُھ سے بُرا کوی نہیں۔"

وفد کے ممبر اپنی کامیابی پر خوش خوش لوٹے سب کو اکٹھا کیا اور صلاح مشورے سے یہ بات طے پای کہ روزانہ قرُعہ پڑے گا جس کا نام نکلے وہ بِلا عُذر شیر بادشاہ کے حضور میں چلا جائے۔ اِس سے یہ فایدہ ہوگا کہ جس کی قِسمت کے جتنے دِن لِکھے ہیں سُکھ چین سے بے کھٹکے گزُر جائیں گے۔

اب روز چِٹھّی اُٹھای جاتی۔ جس کا نام نِکلتا وہ دوڑا دوڑا شیر کے پاس چلا جاتا۔ ایک روز خرگوش کے نام کی چِٹھّی نِکل آی۔ اس نے اپنے کان کھڑے کئے اور سب جانوروں سے کہنے لگا "یارو! یہ روز روز کی مُصیبت کب تک بھُگتو

گئے۔ تم اگر مجھے تھوڑی سی مُہلت دو تو ایسی ترکیب نکالتا ہوں کہ اِس مُوذی سے ہمیشہ کے لئے چھٹکارا مل جائے۔"

قوم نے اسے ڈانٹ بتائی۔ "ذرا اپنی صورت تو دیکھئے، کہاں آپ، کہاں شیر، کیوں اپنے آپ کو بھول رہے ہو۔ اپنے ساتھ ساری قوم کو پریشانی میں نہ ڈالو، شیر نے اِس کی ذرا بھی سُن گُن پالی تو غضب ہو جائے گا۔ خُدا کے لئے اپنے دماغ سے یہ شیخ چلّی کے منصوبے نکال ڈالو اور سیدھے اپنا راستہ ناپو۔"

اُن میں سے ایک نے کہا "آخر آپ نے ایسی تدبیر کیا سوچی ہے جو شیر کو بھی نیچا دکھائے ذرا ہم بھی تو سُنیں۔" خرگوش نے جھلّا کر کہا۔ بس بس میں سب کچھ سوچ چُکا ہوں۔ عقل مند تین باتیں کسی کو نہیں بتاتا، ایک اپنا مقصد، دُوسرے سفر، تیسرے روپیہ پیسہ۔ بھلا میں تم کو اپنا منصوبہ کیسے بتا دوں۔ تُم دیکھ لینا۔ میں اُسے کیسے چت

کرتا ہوں۔" یہ کہہ کر خرگوش اپنے دماغ میں اسکیم بناتا چلا، ٹہلتا ٹہلتا، کافی دیر بعد شیر کے پاس پہنچا۔ شیر غصّے میں بھرا بیٹھا تھا۔ خرگوش کو دیکھتے ہی برس پڑا۔ دہاڑ کر کہنے لگا۔ "تمھارا یہ حیاؤ ہو گیا ہے کہ اٹھلاتے ہوئے چلے آرہے ہو بھول گئے کہ تمھیں ایک بادشاہ کے حضور میں جانا ہے۔



اے ٹلوے میں نے بڑے بڑے ہاتھی ایسے سانڈوں کا کچومر نکال دیا ہے۔ میرے آگے

اچھے اچھے شیروں کا پِتّہ پانی ہوتا ہے، تُم ہو کس ہوا میں۔ تُم نے آخر کیا سوچ کر یہ بدتمیزی کی۔" شیر خوب گرج کر زرا رُکا تو خرگوش نے ہاتھ جوڑ کر بڑی لجاجت اور ادب سے کہا: "حضور غُلام کا عُذر اگر سُن لیں تو اُسے بالکل بے خطا پائیں گے۔"

"میں اور میرا ایک ساتھی دوڑتے ہوئے سرکار کی خدمت میں آرہے تھے کہ ایک ناہکار نے ہمارا راستہ روک لیا۔ ہم نے بُہت کہا سُنا کہ، حضور کے خاصے کا وقت ہوگیا ہے، تُم جو روکو گے تو غضب ہو جائے گا۔ مگر حضور اُس نے ایک نہ مانی۔ اُلٹے اُس نے ایسی بکواس کی کہ سرکار کے سامنے وہ باتیں دُھرانے کو زباں نہیں اُٹھتی۔ تن کر کہنے لگا۔ کون ہے وہ تُمھارا سرکار؟ ہم سے بڑا بھی کوئی اِس جنگل میں ہے! ہم ایسے ویسے کی کُچھ پروا نہیں کرتے۔" وہ پاجی بڑی مُشکل سے اس بات پر راضی ہوا کہ ہم میں سے ایک کو یرغمال کے طور پر

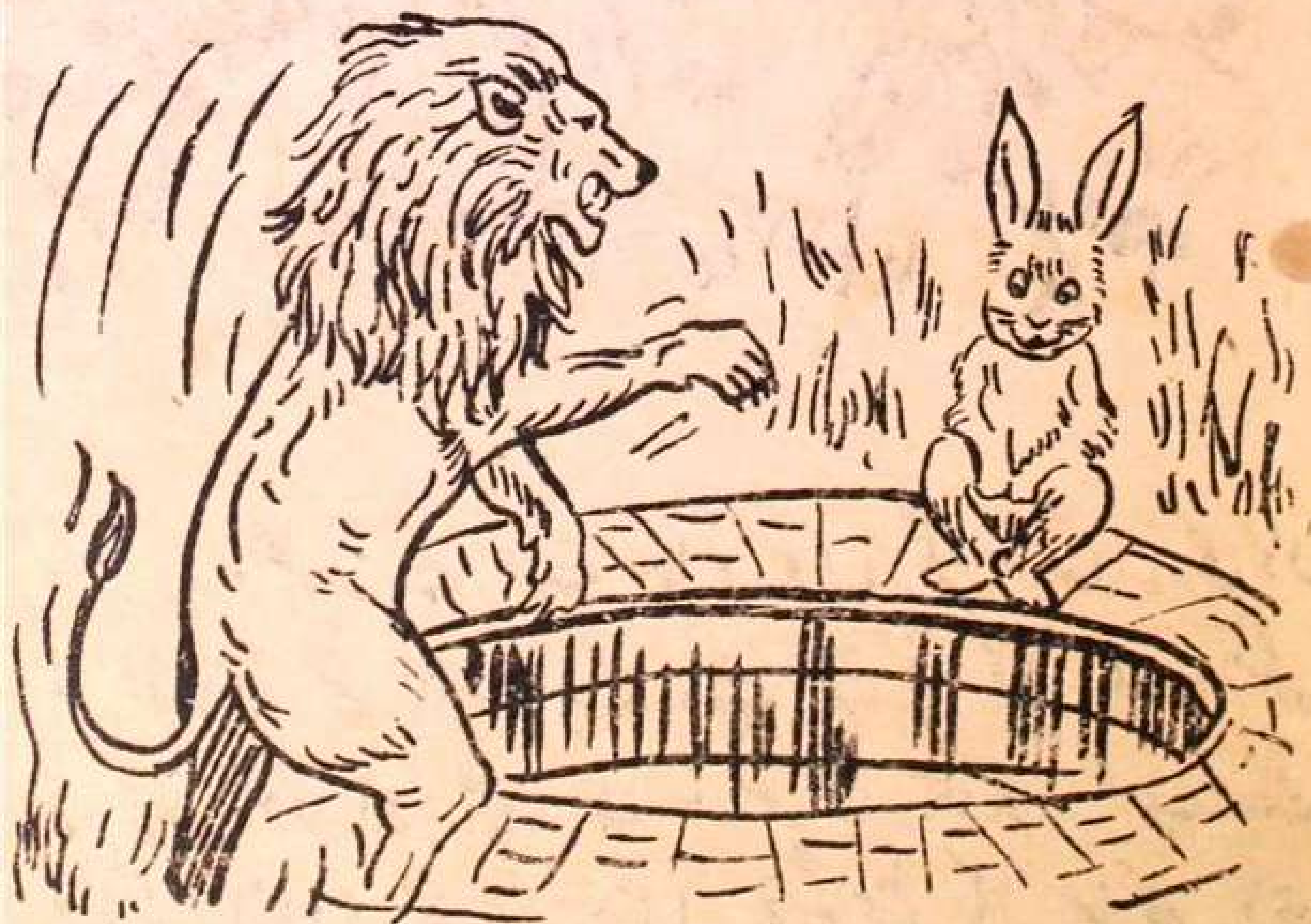
رکھ لے۔ دوسرے کو سرکار تک پہُنچنے کا موقع دے سرکار! جب تک راستے کا یہ کانٹا دُور نہ ہوگا، روز یہی قصّہ رہے گا۔"

شیر کو یہ سُن کر تاؤ آگیا۔ کہا "اگر یہ بات سچ ہے تو ابھی چل کر اُس پاجی کے چیتھڑے اُڑا



دیتا ہوں۔ ورنہ تیری ایسی دُرگت بناؤں گا کہ تو بھی یاد کرے گا۔ اچھا چل مجھے بتا کہ وہ مُوذی کہاں ہے؟"

اب آگے آگے خرگوش، پیچھے پیچھے شیر۔ یہاں تک کہ خرگوش اُسے اپنے سوچے ہوئے گہرے کنویں کے پاس لے آیا۔ اور ادب سے کہا "حضور وہ ظالم اِسی کنویں میں بیٹھا ہے اور میرے ساتھی کو بھی اِسی میں قید کر رکھا ہے" شیر نے کنویں میں جھانک کر دیکھا تو اُسے اپنی اور خرگوش کی پرچھائیں نظر آئی۔ بھوکا اور غُصّے میں بھرا ہوُا تو تھا ہی۔ زور سے دہاڑ کر چھلانگ لگائی اور کنویں کی پینڈی میں جا گرا۔



خرگوش، شیر کو تباہی کے غار میں دھکیل کر بھاگا۔



جنگل کے سب جانوروں کو خوش خبری دی کہ موذی شیر ہمیشہ کے لیئے ختم ہو گیا۔ اب سُکھ کی نیند سوو اور چین کی بانسری بجاو۔ سب نے مل کر آزادی کا جشن منایا۔ خرگوش کی سوجھ بوجھ

کو سراہا اور اُسے خوب شاباشی دی۔

یاد رکھنے کی بات

(۱) مولانا رومؒ اور شمس تبریزیؒ کے بارے میں کیا روایت مشہور ہے؟

(۲) جانوروں کے وفد نے شیر کے لئے کیا طے کیا؟

(۳) جانوروں میں قرعہ ڈالنے کی صلاح کیوں ٹھہری؟

(۴) قوم نے خرگوش کو کس بات پر ڈانٹا؟

(۵) ایک جانور نے خرگوش سے اُس کی اسکیم پوچھی تو اُس نے کیا جواب دیا؟

(۶) خرگوش نے اپنی اسکیم پر کس طرح عمل کیا؟

۳۵- پیغمبر اسلام

مُسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ "خُدا نے یہ دُنیا بنا ی ہے، وہی اِس کا رب اور پالن ہار ہے۔ اُس کی رحمت اور انتظام سے ساری دُنیا پلتی اور چلتی ہے۔ اُسی کی قُدرت سے یہ سنسار قایم ہے، یہ زمین، آسمان، چاند، سورج اور ستارے اُسی نے بنائے ہیں اور اُسی کے قایم کیے ہوئے نظام پر گردش کرتے ہیں۔ اُس نے اپنی تمام مخلوق کی زندگی اور ہدایت کا سامان، ہر جگہ اور ہر زمانے میں کیا ہے۔ کوی قوم ایسی نہیں گزری جس کی ہدایت اور تربیت کے لئے اپنے نیک بندے نہ بھیجے ہوں۔ جہاں جیسی ضرورت تھی وہاں ویسے بشر بھیجے گئے۔ یہ رِشی مُنی اور پیر پیغمبر کہلائے۔ خُدا کے بھیجے ہوئے رسُولوں میں سے

ایک پیغمبر اسلام بھی تھے۔ آپ کا مُبارک نام حضرت "محمد" (صلعم) ہے۔"

آں حضرتؐ آج سے کوئی چودہ سو برس پہلے عرب کے جزیرے نما میں پیدا ہوئے۔ باون سال کی عُمر تک اپنی جنم بھومی "مکّہ" میں زندگی بسر فرمائی۔ اُس کے بعد "مدینہ" تشریف لے گئے۔ آخر دم تک وہیں رہے، ترسٹھ سال کی عُمر میں آپ اِس دُنیا سے سِدھار گئے۔ آپ کا مزارِ مُبارک مدینہ مُنوّرہ میں ہے۔ آپ کے لڑکے لڑکیاں بھی تھیں۔ صاحب زادے تو بچپن ہی میں وفات پا گئے۔ صاحب زادیاں آل اولاد والی ہوئیں، اُنھیں میں سے ایک صاحب زادی حضرت فاطمہؓ تھیں جِن کے دو بچّے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ تھے۔ یہ آں حضرت کے بہُت چہیتے نواسے تھے۔ خود غرضوں نے دونوں کو شہید کر دیا۔ حضرت حسینؓ کو محرّم کی دسویں کو قتل کیا گیا تھا۔ اِسی لئے مُسلمان محرّم میں غم مناتے اور اپنے نبی کے پیارے نواسوں کے

سوگ میں رہتے ہیں۔

آں حضرت نے جب لوگوں میں اِسلام کی تبلیغ شروع کی تو اُس وقت آپ کی عُمر چالیس سال کی تھی۔ آپ کی یہ زندگی بھی ایسی گزری تھی کہ لوگ آپ کو سچّا اور اچھا سمجھتے تھے۔ اپنے آپسی جھگڑے آپ سے چُکاتے تھے۔ اُس زمانے میں بنک اور سرکاری خزانے تو تھے نہیں۔ لوگ اپنی امانتیں آپ کے پاس بغیر لکھت پڑھت رکھ جاتے، جب وہ واپس مانگتے تو آپ جوں کی توں واپس سونپ دیتے۔ اس لئے سارے عرب والے آپ کو صادق اور امین کہہ کر پُکارتے تھے۔

اُس زمانے کے عربوں میں جہالت حد سے بڑھی ہوئی تھی، ایک دوسرے کی پگڑی اُچھالتے تھے، بات بات پر لڑائی دنگا ہو جاتا تھا، تلواریں میان سے نکل آتی تھیں پھر پُشتوں تک عداوت اور کینہ کا سِلسلہ جاری رہتا۔ عورتوں اور غریبوں کی کوئی عزّت نہ تھی۔ انسان لونڈی اور غُلام بنا لئے جاتے

تھے اور اُن کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سلوک ہوتا تھا۔ شیخی، جھوٹ، شراب، جوے سے بہُت کم لوگ بچے ہوے تھے۔ جس قبیلے کی قوت زیادہ ہوتی اُسی کی سب پر دھاک جمی رہتی۔ قوت کا نام انصاف تھا۔ غرض پورے مُلک بلکہ مُلک سے باہر بھی دُور دُور تک اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ آں حضرت نے ایسی حالت میں اسلام پیش کیا۔

آپ نے فرمایا:- خُدا کو ایک مانو، اُس کا کسی کو ساجھی نہ ٹھیراو۔ اُس کا کسی سے رشتہ ناتہ نہیں ہے۔ وہ اکیلا ہے اور سب سے بڑا ہے۔ وہ تُمھارے دِلوں کے بھید تک کو جانتا ہے۔ اُس کی قدُرت سے کوی چیز باہر نہیں۔ سب انسان بھای بھای ہیں، اگر کسی نے ایک انسان کو قتل کیا تو گویا اُس نے سارے جہان کا خون کر ڈالا اور اگر کسی نے ایک انسان کی جان بچای تو گویا اُس نے پوری اِنسانیت کو ہلاکت سے بچا لیا۔ رنگ، نسل زمین کا تعلق اتفاقی ہے، یعنی اِتفاق سے کوی

گورا یا کالا ہوا۔ یا کسی خاص مُلک یا خاص خاندان میں پیدا ہو گیا تو وہ اِس وجہ سے اور انسانوں سے برتر نہیں ہو جاتا۔ سب انسان آدم کی اولاد ہیں۔ آدم مٹی سے بنے تھے۔ پھر کسی کے لئے کوئی فخر اور گھمنڈ کی کیا بات رہ جاتی ہے؟ عزّت کے قابل صرف وہی انسان ہے جس کے کام اچھے ہیں۔ جو خُدا کی مخلوق کی خدمت کرتا ہے۔ اگر یہ نہیں تو کچھ نہیں۔

اور آپ نے تعلیم دی کہ بُری باتوں سے توبہ کرو۔ جھوٹ، ظلم، زیادتی، جوا، سوُد اور دوسرے بُرے کاموں سے بچو۔ شراب کے نزدیک بھی نہ جاو، یہ عقل کھو دیتی ہے اور بُرائی کی طرف لے جاتی ہے۔ دُنیا میں فساد نہ پھیلاو۔ امن اور شانتی کا پرچار کرو۔

اچھے کام خود کرو اور دوسروں کو اُن کے کرنے کی ترغیب دو۔ کوئی ظلم یا بُرا کام کرے تو اُسے روک دو۔ اگر روک نہیں سکتے تو زبان سے سمجھا بُجھا کر منع کرو۔ اگر تم میں اس کی ہمّت بھی نہیں ہے تو کم از کم اس چیز کو دل سے بُرا جانو۔ اور

اُس سے الگ رہو۔

جو بات کہو سلیقے سے کہو کسی کا دل دُکھانے والی بات نہ کہو۔ دوُسری قوموں کے بڑوں اور بزُرگوں کی عزّت کرو۔ کسی کے عقیدے کا مذاق نہ اُڑاو۔ بُت پوُجنے والوں کے بُتوں کو بھی بُرا نہ کہو۔ لوگوں کو اچھای کی طرف، اچھّے اور شائستہ طریقوں سے بُلانا چاہیۓ۔

نیکی اور بھلای کا کوی مُوقع نہ چھوڑو۔ نمازوں کی طرف جُھک جاو۔ روزے رکھ کر صبر اور ضبط سیکھو۔ تم جو کماتے ہو وہ صرف تمھارا ہی حصّہ نہیں ہے۔ وہ تو خُدا کی امانت ہے۔ تمھیں اُس نے دی ہے، اُسے دیکھ بھال کر خرچ کرو، نہ اتنا کم کہ کنجوُس بن جاو۔ نہ اتنا زیادہ کہ فضوُل خرچ کہلاو۔ اپنی نیک کمای میں سے زکوٰۃ نکالو۔ اللہ توفیق دے تو عمُر میں ایک مرتبہ حج کرو۔ حاجت مندوں کی ضرُورتیں پوُری کرو۔ اس طرح تُمھاری دُنیا اور عاقبت سُدھر جاے گی۔

آن حضرتؐ جو کچھ فرماتے تھے پہلے خود اُس پر عمل کرتے تھے۔ آپ کی اِس اچھی تعلیم اور عملی نمونے کا یہ اثر ہوا کہ عرب ایک بُہت اچھّی قوم بن گئے۔ انھوں نے دُنیا کے سنوارنے میں بُہت حِصّہ لیا۔ دُنیا کے سارے شریف اور جاننے والے انسان اس احسان کو مانتے اور سراہتے ہیں۔ اِبتدا میں اسلام کے ماننے والوں نے بڑے جوش اور پریم و مُحبّت کے ساتھ اِسلام کا نوُر دُنیا کے کونے کونے میں پہُنچایا۔ آج اِس دُنیا کے ہر مُلک میں اِسلام کے فِدائی موجود ہیں۔ ہندُستان میں چار کروڑ سے زیادہ مسلمان بستے ہیں اور اپنے وطنی بھائیوں کے ساتھ مل کر مُلک اور اِنسانیت کی بھلائی کے کاموں میں لگے ہوے ہیں۔

یاد رکھنے کی بات

(۱) مخلوق کی ہدایت کے سلسلے میں مسلمانوں کا کیا عقیدہ ہے ؟

(۲) آں حضرت کہاں پیدا ہوے تھے ؟

(۳) آپ نے کس عمر میں اور کہاں وفات پائی؟

(۴) آپ نے "مکّہ" میں کتنے سال گزارے اور "مدینہ" میں کتنے سال ؟

(۵) مسلمان محرّم میں سوگ کیوں مناتے ہیں ؟

(۶) خدا کے متعلق آپ کی تعلیم کیا تھی ؟

(۷) دوسری قوم کے بزرگوں کے متعلق آپ نے کیا ہدایت فرمائی ؟

(۸) انسانوں کے حقوق کے بارے میں آپ نے کیا ارشاد فرمایا۔

لکھنے کی مشق

نیچے لکھے ہوے عنوانوں پر دو چار سطروں میں

اپنا خیال ظاہر کیجئے :۔

(۱) صادق اور امین ۔

(۲) عربوں کی جہالت کا زمانہ ۔

(۳) عزت کے قابل انسان ۔

(۴) اپنا کمایا ہوا مال ۔

قواعد

اب تک آپ کو قواعد میں دو چیزیں خاص طور پر بتائی گئی ہیں، ایک رموز اوقاف، دوسرے قواعد اردو۔ جسے صرف نحو بھی کہتے ہیں۔ رموز اوقاف میں جتنی علامتیں آپ جانتے ہیں وہ اپنی کاپی میں لکھئے اور اُن کے استعمال کا موقع بتائے۔ صرف و نحو کے بارے میں جو چیزیں بتائی گئیں ہیں ان کی فہرست بھی ترتیب سے لکھ لیجیے۔